SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, December 05, 1994

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty five minutes past four in the evening with Mr. Acting Chairman (Mir Abdul Jabbar) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم الله الرحمن الرحيم

كتبنا علىٰ بنى اسرائيل انه من قتل نفساً بغيرِ نفسٍ او
فسادٍ فى ا لارض فكا نما قتل الناس جميعاً - ومن
احياها فكاانما احيا الناس جميعاً - ولقد جاء تهم رسلنا
بالبينات ثم ان كثيراً منهم بعد ذ الک فى الارض
لمسرفون - انما جزاو الذين يحاربون الللہ ورسوله
ويسعون فى الارض فساد ان يقتلوآ اويصلبواا وتقطع
ايد يهم وارجلهم من خلاف او ينفو ا من الارض -
ذالک لهم خزى فى الدنيا ولهم فى الآ خرة عذاب
عظيم -

ترجمہ۔ بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا کہ جو شخص کسی کو (نا حق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, December 05, 1994

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty five minutes past four in the evening with Mr. Acting Chairman (Mir Abdul Jabbar) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتبنا علیٰ بنی اسرائیل انه من قتل نفساً بغیر نفسٍ او
فسادٍ فی ا لارض فکا نما قتل الناس جمیعاً - ومن
احیاها فکاانما احیا الناس جمیعاً - ولقد جاء تهم رسلنا
بالبینات ثم ان کثیراً منهم بعد ذ الک فی الارض
لمسرفون - انما جزاو الذین یحاربون اللله ورسوله
ویسعون فی الارض فساد ان یقتلوآ اویصلبواا وتقطع
اید یهم وارجلهم من خلاف او ینفو ا من الارض -
ذالک لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الآ خرة عذاب
عظیم -

ترجمہ۔ بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا کہ جو شخص کسی کو (نا حق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو

قتل کیا اور جو اس کی زندگانی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا ۔ اور ان لوگوں کے پاس ہمارے پیغمبر روشن دلیلیں لا چکے ہیں پھر اس کے بعد بھی ان میں بہت سے لوگ ملک میں حد اعتدال سے نکل جاتے ہیں۔ جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر چڑھا دیئے جائیں یا ان کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک سے نکال دیئے جائیں ۔ یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا (بھاری) عذاب (تیار) ہے۔

OBITUARY

جناب قائمقام چیئرمین۔جزاک اللہ ۔ جی گچکی صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب منظور احمد گچکی ۔ جناب والا ! کل "تکبیر" کے ایڈیٹر صلاح الدین کا جو واقعہ ہوا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پورے دور میں کل کا واقعہ بہت افسوس ناک ہے ۔ ہم اسے condemn کرتے ہیں ۔ ایسے لگتا ہے کہ کل قلم اورضمیر کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ جناب والا ! وہ میرے جیل کے ساتھی رہے ہیں ۔ میں اس کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں لیکن میں مناسب نہیں سمجھتا ۔ میری گزارش یہ ہے کہ پہلے فاتحہ پڑھی جائےاور اس کے بعد اس سلسلے میں قرار داد پیش کی جائے ۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ راجہ ظفر الحق صاحب ۔

راجہ محمد ظفر الحق۔ جناب چیئر مین ! پہلی بات تو یہ ہے کہ سب سے پہلے سوالات کو ختم کرنا ضروری ہے ۔ باقی اور کوئی کارروائی نہ کی جائے ۔ سب سے پہلے اس معاملے کو لیا جائے ۔ اس کے لئے پروفیسر صاحب باقی حضرات اور میں نے قرارداد پیش کی ہے ۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ قرار داد پہنچ چکی ہے ۔

راجہ محمد ظفر الحق ۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کو move کروں تو پھر اس کے بعد ------

جناب قائم مقام چیئرمین۔ ملک محمد قاسم صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں ۔

Malik Muhammad Qasim: Sir, if a copy of that resolution is given to us , let me read it.

Mr. Acting Chairman: Resoluction is here with me - You can sign on it , and who so ever wants to sign on it ,please.

ملک محمد قاسم ۔ جناب پہلے فاتحہ پڑھ لیں ۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ جی حافظ فضل محمد صاحب فاتحہ پڑھیں ۔

(فاتحہ پڑھی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین ۔ جی جناب پروفیسر خورشید احمد صاحب ۔ پروفیسر صاحب یہ ہم سب کی طرف سے قرارداد ہو جائے گی اور ہونی بھی چاہیئے۔

پروفیسر خورشید احمد ۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم ۔ ہم آج کے اجلاس میں مندرجہ ذیل قرارداد پیش کرنا چاہتے ہیں اور سینٹ کے قوانین کے تحت دوسرے تمام قواعد کو معطل کر کے اس قرارداد کو پیش کرنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ کل بروز اتوار ۴ دسمبر ۱۹۹۴ء کو کراچی میں جس ظالمانہ انداز میں محترم محمد صلاح الدین صاحب کو ۔۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ پروفیسر صاحب ۔ ایک منٹ ۔ پریس گیلری سے پریس جا چکی ہے ۔ اس کے بارے میں جناب شیر افگن صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ آپ ہیں ، فضل آغا صاحب ہیں ، منظور گچکی صاحب ہیں ۔ اگر آپ تشریف لے جائیں اور ان کو منا لائیں تو بڑی مہربانی ہوگی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں پریس کی موجودگی بہت ضروری ہے ۔

پروفیسر خورشید احمد ۔ پریس کی موجودگی بہت ضروری ہے اور اگر پریس اسی موضوع پر گیا ہے تو گویا وہ بھی اس میں شریک ہو رہا ہے ۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ وہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہیں بلکہ ہاؤس میں جتنے لوگ بھی اس وقت موجود ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں وہ ہمارے ساتھ اس قرارداد میں شریک

ہیں۔

ملک محمد قاسم۔ جناب والا، میں نے ان سے گزارش کی تھی، وہ آ رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ صلاح الدین صاحب کے معاملے میں دہشت گردی کے خلاف علامتی walk out ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ آپ سب صاحبان کا شکریہ، وہ تشریف لا چکے ہیں۔ جی پروفیسر صاحب۔

Resolution Re:The Murder Of Veteran Journalist Salah-Ud-Din

پروفیسر خورشید احمد۔ جناب والا، سب سے پہلے تو میں، آپ سب کی طرف سے، پریس کو دوبارہ welcome کرتا ہوں۔ اور اس طرح پریس نے بھی سینٹ کی اس قرارداد میں ایک شریک کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ جناب والا، قرارداد یہ ہے، اس میں دو چیزوں کی درخواست ہے یعنی ۲۲۶ کے تحت rules کی suspensionاور اس قرارداد کو پیش کرنا اور اس پر گفتگو۔

کل بروز اتوار ۴ دسمبر ۱۹۹۴ کو کراچی میں جس بہیمانہ انداز میں محترم محمد صلاح الدین صاحب، مدیر ہفت روزہ "تکبیر" کو گولیوں کا نشانہ بنا کر شہید کیا گیا ہے، اس پر سینٹ آف پاکستان، اپنے شدید رنج و الم کے ساتھ انتہائی اضطراب اور غم و غصے کا اظہار کرتا ہے۔ جناب محمد صلاح الدین مرحوم، اس ملک کے ایک نامور صحافی اور مفکر تھے اور پوری اسلامی دنیا میں ان کو عزت کا اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ ان کی شہادت پاکستان اور عالم اسلام کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے اور ایک ایسا قومی اور ملی نقصان ہے جس کی تلافی ایک مدت تک ممکن نظر نہیں آتی۔ سینٹ ان کی موت پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت اور ترقی درجات کے لئے دعا کرتا ہے اور ان کے تمام اہل خانہ اور اعزا اور احباب سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ جناب محترم محمد صلاح الدین صاحب کو جس تشدد سے نشانہ بنایا گیا ہے وہ کراچی کی صورتحال کا ایک آئینہ ہے جس میں وہ تصویر دیکھی جا سکتی ہے جس سے کراچی کے عوام اور خواص دو چار ہیں۔ انہیں جان و مال اور آبرو کسی کا بھی تحفظ حاصل نہیں ہے۔ روزانہ معصوم انسانوں کے سروں کی فصل کاٹی جا رہی ہے اور قانون نافذ کرنے والی مشینری بے بس نظر آتی ہے۔ ہر قیمتی جان کے اتلاف پر کہا جاتا ہے کہ مجرموں کو قرار واقعی سزا دی جائے گی، مگر مجرم ہیں کہ کسی کی گرفت میں نہیں آ رہے۔ ڈیہ صورتحال ملک کی سلامتی کے لئے بے حد خطرناک ہے۔ سینٹ مطالبہ کرتا ہے کہ مرکزی اور

صوبائی حکومتیں کراچی کی اس صورتحال کو درست کرنے کے لئے فوری طور پر موثر اقدام کریں۔ سینیٹ یہ بھی طے کرتا ہے کہ اس قرارداد کی ایک کاپی جناب محمد صلاح الدین صاحب کی اہلیہ اور ان کے اہل خانہ کو بھیجی جائے۔ میرے علاوہ اس میں محترم راجہ محمد ظفر الحق صاحب، طارق چوہدری صاحب اور میں سمجھتا ہوں کہ پورا ایوان اس میں ہمارے ساتھ شریک ہے۔ اب جناب والا، آپ پہلے suspension of rules approve کروالیں پھر ہم اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ قرار داد جو ہے یہ نہ صرف ہمارے دو معزز سینیٹرز حضرات کی طرف سے بلکہ تمام ہاؤس کی جانب سے اور پریس کی جانب سے، پورے ہاؤس، حزب اختلاف، حزب اقتدار کے ہر فرد اور ہر ممبر کی جانب سے یہ قرار داد ہے اور جتنی بھی اس قتل کے واقعہ کی مذمت کی جائے میں سمجھتا ہوں کہ کم ہے۔ یہ یقیناً ایک اینا قومی سانحہ ہے جس کیلئے ہم اللہ تعالیٰ کے دربار میں دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قرار داد متفقہ طور پر اس ایوان نے پاس کر دی ہے اور اس قرار داد کی نقل جیسے کہ آپ نے ارشاد فرمایا محمد صلاح الدین کے اہل خانہ اور ان کے اقرباء کو بھجوائی جائے گی۔

پروفیسر خورشید احمد۔ جناب چیئرمین! رولز اور قاعدے کے مطابق یہ قرار داد چونکہ بڑی اہم قرار داد ہے اسلئے آپ کو یہ کہنا چاہیے کہ ایوان رولز کی suspension کی اجازت دے۔ اس approval کے بعد پھر قرار داد پر بولنا ہو گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ یہ condolence ہے اور صرف suspension نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں اس کو put کروں۔ It is moved that the question Hour may be suspended.

(The motion was carried)

Mr. Acting Chairman: The resolution on the sade demise of Mualana Salah-un-Din, Editor of "Takbir"has been moven.

(The resolution was passed)

Mr. Acting Chairman: The resolution is unanimoualy adopted.

پروفیسر خورشید احمد۔ جناب چیئرمین۔ در اصل بات پوری طرح واضح نہیں ہو سکی۔ یہ

قرار داد جو ہے یہ صرف ایک تعزیتی قرار داد ہی نہیں ہے بلکہ رُولز کی suspension کی درخواست اس لئے کی گئی ہے کہ ہم اس موضوع کے اوپر اپنا اظہار خیال بھی کر لیں۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ وقت کا تقاضا ہے اور آپ اور پورا ایوان' میں اس پر سب کی طرف سے نمائندگی کروں گا اگر میں کہوں کہ ہمارے مختلف ساتھی اس موضوع کے اوپر اپنا اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں ۔ قومی اسمبلی نے بھی یہ کیا ہے ۔ ہمارا بھی یہ حق بنتا ہے کہ محض ایک قرار داد پاس نہ کی جائے اسلئے میں نے اس کو دو حصوں میں رکھا ہے ۔ پہلا حصہ رولز suspension کا ہے ۔ تا کہ ہمیں بات کرنے کا موقع ملے۔ اور پھر قرار داد کی منظوری لی جائے ۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ اگر آپ سمجھتے ہیں تو اس کو put کر دیتے ہیں۔ سارے ایوان نے متفقہ طور پر ، میں سمجھتا ہوں ، رولز کی suspension کیلئے بھی اپنی رائے کا اظہار فرما دیا ہے ۔

Mr. Acting Chairman: The rules are suspended.

جی ارشاد پروفیسر صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد۔ جناب چیئرمین ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان بڑا قیمتی سرمایہ ہے اور قرآن پاک کی ۔ سورۃ مائدہ کی آیت کی آج ہی ہمارے سامنے تلاوت کی گئی ہے ۔ میں آپ کو دعوت دوں گا کہ ایک لمحہ اس پر غور کریں ۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ اگر انسان کی جان نا حق لی جائے تو یہ پوری انسانیت کو موت کی نیند سلا دینے کے مترادف ہے اور ایک معصوم کی جان کو بچا لینا ایسا ہے گویا کہ آپ نے اس پوری انسانیت کو بچا لیا ہے ' زندگی دے دی ہے۔ یہ ہے اسلام کا تصور۔ لیکن آج عالم یہ ہے کہ ملک میں بحیثیت مجموعی لیکن خصوصی طور پر کراچی میں کسی انسان کی جان محفوظ نہیں ہے ۔ عزت محفوظ نہیں ہے ' مال محفوظ نہیں ہے ۔ روزانہ دسیوں افراد کو ' معصوم انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے ۔ جناب والا۔ آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ جو معاشرہ ' جو حکومت ' جو ملک اپنے شہریوں کو ' عام انسانوں کو جان اور مال کا تحفظ نہیں دے سکتا اسے حکومت اور معزز معاشرہ نہیں کہا جا سکتا۔ جیسا کہ اس قرار داد میں کہا گیا ہے محمد صلاح الدین صاحب کو جس طرح بھرے بازار میں دن کے وقت اس طرح گولیوں کا نشانہ بنایا گیا کہ بیس سے زیادہ زخم ان کے جسم پر آئے اور قاتل اتنا بےباک اور اتنا محفوظ کہ وہ پھر واپس آتا ہے اور آ

کر سر کے قریب ایک گولی اور داغتا ہے ۔ اور کوئی نہیں ہے کہ جو قاتلوں کو پکڑ سکے۔ شہر میں پابندی ہے کہ ایک موٹر سائیکل پر دو افراد نہیں بیٹھ سکتے لیکن دو دو اور تین تین قاتل بیٹھ کر آتے ہیں ' کلاشنکوف لے کر آتے ہیں کھلے بندوں گزرتے ہیں اور کوئی پکڑا نہیں جاتا ۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کس کی ذمہ داری ہے آخرکیا وجہ ہے کہ قاتل دندناتے پھرتے ہیں اور عام افراد مضطرب ہیں ' بےچین ہیں ' خوف کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ روزانہ یہ واقعات ہو رہے ہیں لیکن کوئی نہیں پکڑا جاتا۔

میں یہ بھی آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ پچھلے دنوں سے نہ صرف قتل و غارت گری کا یہ بازار اور زیادہ گرم ہو گیا ہے بلکہ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ آہستہ آہستہ اس کے اندر ایک qualitative تبدیلی آ رہی ہے ۔ تھانوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے ۔ دو SPs کو مارا گیا۔ ایک DSP کو مارا گیا۔ چیف منسٹر کے دو ڈرائیور مارے گئے ۔ ایک وزیر ' لاسی صاحب کے گھر پر حملہ کیا گیا اور اس کے اگلے دن اب محمد صلاح الدین صاحب کو اس طرح شہید کیا گیا۔ میں اپنی قرار داد کے جو دو پہلو ہیں دونوں کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ محمد صلاح الدین کی موت ایک عظیم قومی سانحہ ہے ۔ وہ ایک اچھا انسان تھا' ایک سچا مسلمان تھا۔ ایک سچا پاکستانی تھا ۔ ایک ایسا شخص جس نے پوری زندگی محنت کی ' قربانیاں دیں ' جس نے اپنی جوانی کا آغاز ایک labourer کی حیثیت سے کیا جس نے بوجھ اٹھایا جس نے ویلڈنگ کی ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ تعلیم جاری رکھی۔ تعلیم اعلیٰ ترین درجوں تک حاصل کی۔ استاد بنا۔ صحافی ہوا۔ اس کا قلم اس کی زبان دونوں اللہ کے دین ' اس ملک اور امت مسلمہ کی خدمت کے لئے وقف رہے۔ اس نے قربانیاں دیں' جیلوں میں گیا جابر حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور کبھی ظلم کے آگے وہ جھکا نہیں ۔ اور آج بھی ظالموں نے تشدد کا نشانہ اسے بنایا ہے لیکن اس کے سر کو وہ نہیں جھکا سکے۔ اس نے شرافت کی ایک ایسی مثال قائم کی ہے جو دوسروں کے لئے نظیر رہے گی۔

جہاں ہم اس کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اس کی صلاحیتوں اور اس کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں جو ظلم ہوا ہے اس کے اوپر خون کے آنسو روتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ جناب والا اس قرار داد میں سینیٹ کی طرف سے اس مسئلے کو جس سے کہ آج کراچی کا ہر شہری دوچار ہے ہم اس پر بھی آپ کی توجہ مرکوز کرانا چاہتے ہیں کہ خدا کے لئے جن حالات سے کراچی گزر رہا ہے ' جو آگ وہاں لگی ہوئی ہے خون کی جو ندیاں وہاں بہہ رہی ہیں اس پر خاموش تماشائی نہ

بنیں ۔ یہ معاملہ حزب اختلاف اور حزب اقتدار کا نہیں ہے ۔ یہ ملک کو بچانے کا ہے ۔ یہ قوم کو بچانے کا ہے ۔ یہ پاکستان کی عزت کا مسئلہ ہے یعنی پاکستان کے تحفظ کا مسئلہ ہے اور اگر آپ اسے حل نہ کر سکے تو پھر مجھے ڈر ہے کہ خدا نخواستہ اس ملک پر ایک بہت بڑی مصیبت آنے والی ہے ۔ اس لئے میں آپ کو warn کر رہا ہوں پوری قوم کو متنبہ کر رہا ہوں کہ خدا کے لئے آنکھیں کھولیئے ۔ اس خطرے کو دیکھیئے ۔ یہ خطرہ صرف بیرونی نہیں ہے اس میں ہم سب involve ہیں ۔ اور جو جتنا ذمہ دار ہے اس کا failure بھی اتنا ہی زیادہ بڑا ہے ۔ اس لئے یہ قرار داد سینٹ کی طرف سے اس اضطراب ' اس بے چینی کا اظہار بھی ہے اور وہ ایک warning بھی ہے کہ کراچی کے ان حالات کو برداشت نہیں کیا جا سکتا ۔ ان کی اصلاح کے لئے فوری اقدام ضروری ہے ۔ جناب والا ان جذبات کے ساتھ میں اس قرار داد کو پیش کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اس ایوان کا ہر فرد اپنے جذبات کے اظہار میں ہمارے ساتھ ہے ہم اس کو ہر سیاسی مصلحت اور صف بندی سے بالا ہو کر انسانیت ' اسلام اور ملک کے مسئلے کی حیثیت سے پیش کر رہے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ حکومت بھی اس معاملے میں اپنی ذمہ داریاں ادا کرے ۔

جناب قائم مقام چیئرمین ۔ شکریہ جناب پروفیسر صاحب۔ میں ایک عرض کرنا چاہوں گا اگر آپ اجازت دیں مجھے کیونکہ محمد صلاح الدین صاحب کا قتل یا شہادت جو ہے وہ کراچی کے واقعات سے منسلک ہے تو ہماری کراچی کی بحث التوا میں ہے ۔ اس نے اب آنا ہے۔ discuss ہونا ہے اگر ہاؤس اجازت دیتا ہے تو ان انفرادی تقریروں کو جو محمد صلاح الدین صاحب کے قتل پر کی جاری ہیں اگر اس میں اٹھا رکھی جائیں تو کیابہتر نہ ہوگا۔ اچھا دیکھیں۔ بہر کیف جناب گچکی صاحب ارشاد فرمایئے آپ۔

جناب منظور احمد گچکی ۔ یہ ایک particular event ہے۔ میں نے اس پر بولنا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ آپ نے بولنے کے لئے point of order اٹھایا ہے۔

جناب منظور احمد گچکی۔ میں نے بولنا ہے اس پر میں mover ہوں اس میں۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ نہیں راجہ صاحب اس پر بول رہے تھے اس پر تو میں نے ان کو روک دیا تھا۔ راجہ صاحب بیٹھ گئے ہیں۔ چلیں گچکی صاحب ارشاد فرمائیے ۔

جناب منظور احمد گچکی۔ راجہ صاحب ایسا کریں آپ لیڈر آف دی اپوزیشن ہیں آپ بولیں۔

راجہ محمد ظفر الحق ۔ جناب چیئرمین۔ یہ مسئلہ تعزیت کا ہے ۔ یہ مسئلہ رنج کا ہے، غم کا ہے، سنجیدگی کا ہے۔ مجھے جہاں ایک ذاتی دوست اور پاکستان کے ایک عظیم صحافی اور محب وطن کی شہادت کا رنج ہے وہاں مجھے ان حالات پر بھی مزید دکھ ہے جن میں یہ واقعہ رو نما ہوا ہے۔ کسی وقت تو انسان کو اپنی موت بھی یاد آجانی چاہیئے۔ میں گزارش کررہا تھا کہ جہاں مجھے ذاتی طور پر اس بات کا رنج ہے کہ ایک انسان ' ایک عظیم انسان چلا گیا وہاں اس بات کا بھی رنج ہے کہ جن حالات میں وہ گئے ہیں وہ پوری قوم کے لئے باعث تشویش ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گزشتہ گیارہ مہینوں کے دوران اٹھارہ سو سے زیادہ انسان کراچی میں شہید ہوئے ، قتل ہوئے۔ اور آپ نے یہ ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ یہ ایک pattern بن گیا ہے کہ موٹر سائیکل پر لوگ سوار ہو کر آتے ہیں، کار پر سوار ہو کر آتے ہیں اور پھر اس کے بعد وہ فائرنگ کر کے چلے جاتے ہیں اور ان کو کوئی پوچھنے والا ، گرفت کرنے والا نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں پولیس موجود ہے، باقی ایجنسیاں موجود ہیں ابھی کل ، پرسوں تک فوج بھی وہاں رہی۔ لیکن کوئی آدمی گرفتار نہیں ہوا۔ میں ان ڈاکوؤں کی بات نہیں کرتا جو بینکوں میں ڈاکے ڈالتے ہیں۔ پیسہ پھر بھی آسکتا ہے۔ میں کاریں چھیننے کی بات نہیں کرتا ، وہ مزید خرید سکتے ہیں، اگر کسی نے ایک مشکل سے خریدی ہے وہ دوسری بھی خرید لے گا۔ لیکن جو انسانی جان ضائع ہو جاتی ہے اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے۔

(اذان مغرب)

Mr. Acting Chairman: The House is adjourned for 15 minutes.

(The House then adjounrned for prayers)

[The House re-assembled after interval with Mr. Acting Chairman (Mir Abdul Jabbar) in the Chair]

Mr.Acting Chairman: Raja Sahib was on his legs, please continue

راجہ محمد ظفر الحق۔ جناب چیئرمین! صلاح الدین صاحب نے اپنے موقر ہفت روزہ کے ذریعے ایک طویل عرصے تک کراچی اور سندھ کی situation کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اس میں صرف یہی نہیں کیا کہ کسی کو تنقید کا نشانہ بنایا ہو بلکہ ساتھ ساتھ تجاویز بھی دیں اور ان کا یہ مثبت طرز عمل آخری وقت تک جاری رہا۔ پرسوں کراچی میں جو پارلیمنٹیرین کانفرنس ہوئی تو سب سے زیادہ قطعی اور مثبت تجاویز انہوں نے دیں۔ کسی کو مطعون نہیں کیا صرف یہی کہا کہ کراچی بالکل جل رہا ہے۔ کسی کو احساس نہیں ہے۔ اس کی اقتصادی حالت خراب ہو رہی ہے۔ اس میں سے زندگی مر رہی ہے۔ اس کا کوئی مداوا کرنا چاہیئے۔ لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ حکومت کا رویہ بالکل ایسا ہے۔ جیسے انہیں اس بات کی پرواہ تک نہیں ہے۔ اندازہ فرمائیے کہ آج بھی انہوں نے یہی کہا کہ ہمیں صلاح الدین صاحب کے قتل کا افسوس ہے اور یہ کہا کہ ہم کوشش کریں گے کہ ان کے قاتل کیفر کردار تک پہنچ جائیں۔ لیکن یہ بات اتنی بار کہی جا چکی ہے کہ اب اس کو کوئی seriouslyنہیں لیتا ۔ حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے' ریاست کی بنیادی ذمہ داری لوگوں کی جان کی حفاظت ہے۔ لوگ اسی لئے ٹیکس دیتے ہیں ۔ اسی لئے قانون کی پابندی کرتے ہیں ۔ اسی بنیاد کے اوپر وہ حکومت کا حکم ماننے کو تیار ہوتے ہیں ۔ سسٹم کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی جان کی حفاظت کی جائے گی ' ان کے مال کی حفاظت کی جائے گی ۔ اور .حکومت اگر یہ نہیں کرسکتی جس طریقے سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک علاقے کو جو اسلامی ریاست کا حصہ تھا وہاں کے مسلمان حکمران بیرونی حملوں سے اور اندرونی خلفشار سے ان لوگوں کو بچا نہیں سکے جو غیر مسلم تھے تو حضرت عمر فاروق نے کہا کہ لیا ہوا جزیہ ان کو واپس کرو اور وہاں سے withdraw کرو کیونکہ وہ کام ' وہ فریضہ سرانجام دینے سے آپ لوگ قاصر ہیں ۔ جو بنیادی طور پر آپ کو سرانجام دینا چاہیے تھا ۔ اسی طریقے سے صلاح الدین صاحب نے جو ہر بار ہر ہفتے ان چیزوں کی نشاندہی کی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ چیف منسٹر صاحب بھی کہتے ہیں ۔ وزیر داخلہ بھی کہتے آئے ہیں کہ کراچی کی صورتحال کے اندر بیرونی ہاتھ بھی ہے ۔ saboteurs آئے ہوئے ہیں ۔ لیکن کبھی کوئی پکڑا نہیں گیا ۔ کبھی کسی پر ہاتھ نہیں ڈالا گیا ' قوم کے سامنے نہیں پیش کیا گیا ' کہ یہ وہ لوگ ہیں جو بیرون ملک سے

آئے ہوئے ہیں ۔ اور یہاں افراتفری یہ لوگ پھیلا رہے ہیں ۔ اس لحاظ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت کی اتنی بڑی ناکامی ہے اور اتنی قیمتی جانیں ضائع ہورہی ہیں کہ تمام ایجنسیاں مخالفین کے پیچھے لگی ہوئی ہیں ان کو دبانے کے لئے لگی ہوئی ہیں ۔ ان کی حرکات و سکنات کو نوٹ کرنے پر لگی ہوئی ہیں ۔ ان کے ٹیلیفون ٹیپ کرنے پر لگی ہوئی ہیں ۔ میں نے پچھلی بحث پر بھی یہی گزارش کی تھی ۔ آج پھر یہ دردمندی سے کہتا ہوں کہ حکومت نے ۔ اگر سارے ہی لوگ اپنی Intelegence agencies کے جو قومی خزانے سے تنخواہ لیتے ہیں ۔ قومی وسائل سے ان کی پرورش ہوتی ہے ۔ وہ صرف اپنے مخالفین کو دبانے پر لگائے ہوئے ہیں تو پھر لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کون کرے گا ۔

اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب بھی جو یہ کہا جارہا ہے ان کے قاتلوں کو کیفرکردار تک پہنچایا جائے گا ۔ کسی کو اس پر اعتبار نہیں اور میں بھی ان میں شامل ہوں ۔ آپ دیکھیں گے نہ پہلے کوئی پکڑا گیا ہے نہ صلاح الدین صاحب کے کوئی قاتل پکڑے جائیں گے ، نہ ان کے خلاف کوئی شہادت ہوگی نہ عدالت میں وہ پیش ہوں گے ۔ وہ خون اسی طرح سے ضائع جاتے ہوئے مجھے نظر آرہا ہے ۔ جیسے میں نے گزارش کی کہ اٹھارہ سو لوگوں کی جانیں ان گیارہ مہینوں کے اندر ضائع ہوئی ہیں ۔ میرا یہ مطالبہ ہے اس ہاؤس میں کھڑے ہوکر پوری ذمہ داری سے یہ کہتا ہوں کہ اگر اس میں کوئی بھی ملوث ہے کسی نے بھی اتنا بڑا گھناؤنا جرم کیا ہے اگر پاکستان کے اندر وہ موجود ہے تو پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ کیسے ممکن ہے کہ حکومت کی ایجنسیاں پتہ نہ چلاسکیں ۔ اگر نیت درست ہو ، اور حکومت ان کو اس کام پر لگائے ۔ اس کی تفتیش کوئی پولیس والا نہیں کرسکے گا ۔ وہ حکومت کے خلاف نہیں جاسکیں گے ۔ وہ کسی بڑے کے اوپر ہاتھ نہیں ڈال سکیں گے ۔ صرف وہ مخالفوں کے لئے رہ گئے ہیں ۔ خود پولیس کراچی کے اندر اس قدر ہراساں ہے اتنی دہشت گردی کے سامنے تلے آئی ہوئی ہے کہ انہوں نے کیا کرلیا ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے وفاقی وزیر کے گھر پر فائرنگ کی تھی کیا کرلیا اپنے افسروں کے قاتلوں کا ، جنہوں نے ان کو ہلاک کردیا تھا کیا کرلیا جو روز پولیس کو مار رہے ہیں اور پولیس کی حفاظت خود فوج کرتی رہی ہے ۔ تو

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب وہ کیفیت ہے کہ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ ملٹری انٹیلیجنس کے ذریعے صلاح الدین کے قاتلوں کا پتہ لگایا جائے ۔ اور اگر اس ادارے کے ذریعے سے پتہ لگایا جائے اور حکومت کا ہاتھ ان مجرموں تک پہنچ جائے تو شاید اس سے پھر ایک چینل بھی آپ کے سامنے آ جائے کہ کون ہیں وہ لوگ اگر ایک بھی پکڑا جائے پھر آپ کو یہ پتہ لگ سکے گا کہ صلاح الدین صاحب نہیں بلکہ اس سے پہلے جو لوگ مارے گئے ہیں ان کے قاتل کون تھے؛ یہی pattern کیا ہے۔ کیا داخلی ہیں خارجی ہیں یاپھر ملے جلے ہیں ان کے پاس اسلحہ کہاں سے آتا ہے protection کون دیتا ہے یہ ساری باتیں سامنے آسکتی ہیں ۔ محض افسوس کردینا ، محض قرارداد پاس کردینا ، اس سے کسی کی جان کی حفاظت نہیں ہو سکے گی۔ مجھے سخت دکھ ہے اور افسوس ہے کہ روز بروز جانیں ضائع ہوتی جارہی ہیں اور اس بارے میں حکومت اپنا کوئی فریضہ سرانجام نہیں دے رہی ۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ جناب ۔ جی گچکی صاحب ۔

ملک محمد قاسم ۔ جناب چیئرمین! میں نے تو کوئی چھوٹی سی بات کرنی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ جی جناب منظور احمد گچکی صاحب۔

جناب منظور احمد گچکی ۔ شکریہ جناب والا۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں اس واقعہ کی کس طریقے سے مذمت کروں اور کیا کیا کہوں۔ میں صلاح الدین سے بہت زیادہ قریب رہا ہوں۔ وہ جیل میں چار پانچ مرتبہ میرے ساتھی رہے ہیں اور اس کے بعد بھی ہم ایک دوسرے سے ملتے رہے ہیں۔ ان کے نظریات کیا تھے وہ اپنی جگہ پر ہے، یقیناً اس کے نظریات سے مجھے اختلاف تھا لیکن میں اسے ایک اچھا انسان اور ایک حق لکھنے والا، اپنی convictions کے ساتھ وہ اتنا committed تھا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے سامنے کوئی بھی ایسی چیز حائل نہیں ہوسکتی تھی جو اس کو روک سکے۔

جناب چیئرمین ! میں سمجھتا ہوں کہ صلاح الدین کا قتل بلکہ ہر انسان کا قتل انسانیت کا قتل ہے لیکن سوسائٹی کے اندر کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو کہ انسانیت اور انسانی اقدار کے لئے contribute کرتے ہیں یقیناً ان کے بارے میں لوگ اچھے کلمات کہتے ہیں اور انہیں افسوس ہوتا ہے کہ ایک ایسا شخص جو کسی سوسائٹی میں تعمیری کردار ادا کر سکتا ہو اس کو قتل کیا جائے یا اس کو اپنے راستے سے ہٹایا جائے۔

جناب چیئرمین! میں اس کو اسی حد تک ہی محدود کرنا چاہتا تھا کیونکہ یہ قرارداد صرف اس واقعہ کے بارے میں تھی لیکن چونکہ ہمارے دوستوں نے اسے مزید پھیلانے کی کوشش کی تو ظاہر ہے کہ اس میں ہم اپنے نکتہ نظر کو مختصراً آپ کے سامنے پیش کریں گے۔ جناب والا! کراچی میں قتل روز مرہ کا معمول بن چکا ہے اور آٹھ دس آدمیوں کا قتل ہونا تو ایسے لگتا ہے کہ کراچی میں کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کراچی کا ایک حصہ اس سے بہت زیادہ affected ہے۔ لیکن بہرحال اس کے اثرات پورے کراچی پر پڑے ہوئے ہیں اور جب آپ کراچی جائیں گے تو آپ کو اس کا احساس ہو گا۔ دوسری جناب! میرے بہت سے دوستوں نے یہ تمام الزامات ایک سائیڈ پر رکھنے کی کوشش کی، یقیناً موجودہ حکومت کی بھی کمزوریاں ہیں لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم اپنی کمزوریوں کو بھی دوسروں پر تھوپنے کی کوشش کریں۔ جناب والا! کیا کراچی کے واقعات ان گیارہ مہینوں سے شروع ہوئے ہیں جناب والا! کیا اسی ہاؤس کے اندر ہم نے اور آپ نے مل کر یہی سٹینڈ نہیں لیا تھا جب یہ ۲۴۵ move کر رہے تھے اور ہم نے کہا کہ یہ provincial autonomy میں مداخلت ہے۔ اور اس کے بعد مجھے پتہ نہیں ہے ۱۴۲ ہے یا کوئی اور ہے اس دفعہ کے تحت فوج کو وہاں بھیجا گیا۔ اور یہ کس کے دور میں بھیجا گیا فوج کو جب کسی جگہ بھیجا جاتا ہے تو وہاں پر حلوہ پوڑیاں کھانے کے لئے نہیں بھیجا جاتا ہے۔ یقیناً وہاں پر حالات خراب ہوں گے، اس نہج پر پہنچ چکے ہوں گے کہ وہاں فوج کو بھیج دیا جاتا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں اپنے دوستوں سے کہ ایک دو سال پہلے جب فوج بھیجی گئی تو وہاں پر کوئی normal حالات نہیں تھے، وہاں حالات خراب تھے۔ اور پھر سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب والا کراچی وہ شہر تھا، یعنی ہم تو کراچی میں تیس بتیس سال سے کراچی میں رہ رہے ہیں، یہ وہ شہر تھا جو غریب کا بھی شہر تھا، امیر کا بھی شہر تھا، مڈل کلاس کا بھی شہر تھا اور آپ سمجھیں کہ عوام کو پالنے والا شہر تھا۔ میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس کو ہوا کیا، کس نے کیا، یہ جو کلاشنکوف کلچر، جو کراچی میں کبھی کوئی ایک دوسرے کو پتھر بھی نہیں مارتے تھے، یہ وہاں کس نے introduce کیا اور جب introduce کیا تو اب وہ بالکل ایسا ہی ہے کہ

دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
وہ قتل کرے ہے کہ کرامات کرے ہے

جناب چیئرمین میں سمجھتا ہوں کہ گیارہ سالہ مارشل لاء کا دور کراچی کو تباہی کی طرف

دھکیل چکا ہے۔ میری گزارش ہے کہ ہم ایک دوسرے پر الزامات نہ لگاتے رہیں۔ میں کم از کم ایم کیو ایم کے لوگوں کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں انسانیت کے نام پر' میں پیپلز پارٹی کے لوگوں کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں انسانیت کے نام پر' میں مسلم لیگ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں کہ خدا کے لئے اس کو اپنے political interest کے طور پر استعمال مت کرو۔ کیونکہ لوگ مر رہے ہیں اور حالت یہ ہے کہ لوگ مر رہے ہیں اور لوگ وہاں پر جاتے ہیں اور تقریر کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ وہاں کی آبادی کے جذبات کو مزید ابھارنے کی کوشش کریں۔ اور ایسی ایسی باتیں وہاں کہتے ہیں جن سے سندھ کے عوام کے جذبات ابھریں۔

میری گزارش ہے کہ اسے سیاست کے طور پر استعمال مت کرو۔ اس لئے کہ جس دن آپ نے وہاں سیاست کے طور پر استعمال کیا آپ کا گھر بھی نہیں بچے گا۔ جہاں پر آپ رہتے ہیں جہاں سے آپ حکمرانی کرتے ہیں اور ۴۷ سال سے کر رہے ہیں' وہ بھی نہیں بچے گا۔ میں اپیل کرتا ہوں اس ملک کے پولیٹیکل ورکرز سے اس ملک کے پولیٹیکل لوگوں سے کہ خدا کے لئے سیاست کے لئے اس کو استعمال نہ کرو۔ اس لئے کہ کراچی اس بات کا متحمل نہیں ہو سکتا کہ اس کو مزید تباہی کی طرف دھکیلا جائے ۔ آج صلاح الدین جیسے لوگ مرے ہیں۔ کل ممکن ہے کہ اور بھی آگے بات نکل جائے۔ اور جب بات اس حد تک آگے بڑھ جائے کہ جو قلم کی زبان بولتے ہیں' جو قلم سے لکھتے ہیں' جو اپنے مافی الضمیر کو بیان کرتے ہیں' جو کہ انسانیت کی اقدار کو آگے بڑھانے کی بات کرتے ہیں' اگر سوسائٹی میں وہ نہیں رہیں گے تو آپ کی تمام سوسائٹی مفلوج ہو کر رہ جائے گی۔ میری گزارش ہے کہ خدا کے لئے ایسے disputed مسئلوں کو ------ جس طرح لیڈر آف دی اپوزیشن نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے تمام خرابیوں کو اس طرف دھکیلنے کی کوشش کی ہے' یہ خرابیاں تو آپ ہی کی پیدا کردہ ہیں جناب والا' آپ ہی نے تو کیا ہے یہ اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے' اب خدا کے لئے کراچی والوں کی جان چھوڑیے تاکہ وہاں کے لوگ امن و آشتی سے زندگی گزار سکیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ جناب' جی ملک محمد قاسم صاحب ارشاد فرمائیے۔

ملک محمد قاسم۔ جناب چیئرمین مجھے افسوس ہے' جناب صلاح الدین کے اس طریقے پر شہید ہو جانے کا افسوس ہے۔ میں نے بھی جو ریزولیوشن پاس ہوا ہے اس کی تائید کی اور میں

اس معاملے میں سارے ہاؤس کے ساتھ ہوں ۔ اس غم میں اس ہاؤس کے ساتھ ہوں۔ بلکہ ان کی' ان کے خاندان' ان کے دوستوں اور ان کے ساتھی صحافیوں' بھائیوں کے ساتھ ہوں۔ لیکن مجھے دکھ ہے ان کے جانے کا' اور مجھے دکھ ہے اس بات کا کہ ان کی موت کو ہم یہاں پر بطور سیاست استعمال کر رہے ہیں۔ میں کوئی اور بات نہیں کر رہا ہوں It is the Government's responsibility راجہ صاحب نے فرمایا ہے کہ منسٹری انٹیلی جنس کو کہا جائے' دوسروں کو کہا جائے' I take upon myself that I shall ask the Central Government to direct the Provincial Government. اور یہ فرض بھی ہے کہ جو لوگ قاتل تھے یا جنہوں نے یہ جرم کیا ہے ان کو پکڑا جائے' ان کو سزا دی جائے اور ہرقسم کی ایجنسیاں استعمال کی جائیں یہ پتہ کرنے کے لئے کہ ان کے قاتل کون تھے میرا ان سے اپنا ذاتی تعلق تھا۔ ہم اکٹھے رہے۔ میں جیل میں تو ان کے ساتھ نہیں رہا' لیکن میرے متعلق وہ اچھے خیالات بھی رکھتے تھے۔ دوست تھے' اچھے بہت اچھے' خلیق انسان تھے' بڑے محب وطن صحافی تھے' لیکن میں کہوں گا جناب کہ

I reserve the right. I will never use such an occasion to reply the Opposition to all those allegations which they have been making. I would not do it. I think, I would be dishonouring Mr. Salahuddin. I will be belittling his murder, his heinous murder, if I utter a single word to answer what has been alleged. But I reserve the right to answer these things when I will speak on the Karachi situation. And I join the whole House. I join the other movers and I feel that it is not a loss only. He belonged to a certain political party.

متفقین میں سے تھے مجھے معلوم نہیں۔

It is not their loss. It is not the loss of "Takbeer" or for that matter any other periodical or magazine or a newspaper to which he is attached. It is the loss of the whole nation and I join Sir, with the other members of this House in this berievement and I hope that God will bless him and I sincerely hope that the Government shall be able to catch the people who are responsible for it and take proper action and they also get the punishments. I can only hope that and

pray that may God bless him and give his family and his friends relief.

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ ملک صاحب ۔ میں ایک عرض کرنا چاہوں گا اگر اجازت دیں تو ملک صاحب ! میں یہ چاہوں گا ایک تو ہمارا order of the day پر کام بھی کافی ہے ، نمبر دو کراچی situation discuss ہونی ہے تو اگر اس شہادت پر یا سانحہ پر پارٹیز کے لیڈر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کریں تو میرے خیال میں بہتر رہے گا بجائے اس کے ہر صاحب ارشاد فرمائیں تو جو پارٹیز کے اپنے اپنے سرکردہ لیڈر ہیں وہ ارشاد فرمائیں ۔ بہت بہت مہربانی جناب۔

ملک محمد قاسم۔راجہ صاحب نے تو خود فرمایا تھا کہ ان چیزوں پر عمل کیا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ بڑی مہربانی جی۔ اب میں فلور خٹک صاحب کو دیتا ہوں۔

جناب محمد اجمل خان خٹک۔جناب چیئرمین صاحب ، عرصہ سے ایک مصرعہ ایسے مواقع پر بولا جاتا ہے ، لیکن میں ذاتی طور پر محسوس کرتا ہو ں کہ اس مصرعہ کا صحیح وقت آج ہے ۔ وہ یہ ہے کہ" اک دیا اور بجھا ، اور بڑھی تاریکی ہے ۔" وہ اس لئے کہ جناب صلاح الدین صاحب نہ صرف صحیح معنوں میں ایک عالم ، صحافی ، اہل قلم اور نقاد تھے ، بلکہ ہمارے اس براعظم میں یا پسماندہ ممالک میں ایک بدقسمتی یہ رہی ہے کہ یہ تمام القاب یا اعزازات جن کا میں نے ذکر کیا ، ان کے ہوتے ہوئے بھی لوگوں کو تعصب دامن گیر رہتا ہے ۔ اب تو مرحوم کے بارے میں بہت لوگ کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان کو جانتے تھے ، ان کے ساتھ رہے تھے ، لیکن میری زندگی کا ایک حصہ صحافت میں رہا ہے ، ہم نے پاکستان کے صحافتی اداروں میں مل کر کام کیا ہے ، اس کو چھوڑ کر ، آپ بھی جانتے ہیں ، میرے ہاؤس کے ساتھی بھی جانتے ہیں اور سننے والے بھی جانتے ہیں کہ ہماری سیاست کا بنیادی نظریہ اور ان کی سیاسی فکروسوچ میں بہت بڑا فرق تھا ۔ مگر کل ہی پرسوں ہی جب ہماری پارلیمنٹری کانفرنس کراچی میں ہو رہی تھی اس میں ۔ ماضی کی کیا بات کروں اس میں سب سے زیادہ خلوص سے وہ مجھے ملے یا میرے قائد ولی خان کو ۔ تو یہ اس امر کی بہت بڑی دلیل ہے کہ ان میں تعصب نہیں تھا تو یہ بھی ان کے ایک عالم با عمل ہونے کا ثبوت ہے ۔ ان کی شخصیت پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے ۔ ان کی خدمات کے بارے میں ابھی مجھے میرے عزیز مولانا صاحب نے کہا کہ ہم تو یہاں تک سمجھتے ہیں کہ ان کا رسالہ ، باوجودیکہ جیسے میں نے کہا نظریاتی لحاظ سے تھوڑا سا اختلاف ہو سکتا ہے ، لیکن ان کی تنقید ، جناب صلاح الدین صاحب کی تحریر ، تحقیق ، قلم کی

خوبصورتی ، فصاحت اور بلاغت کی وجہ سے یہ رسالہ جو پردے اٹھا رہا تھا ' اس معاشرے کے بہت ہی تاریک گوشوں سے ' بہت اعلیٰ مقامات کے اعمال سے ' اس کی وجہ سے وہ رسالہ ہمارے ملک سے باہر بھی ڈھونڈنے پر بھی نہیں ملتا تھا ۔ اس کی بڑی وجہ میں سمجھتا ہوں یہ ہے کہ تنقید کو بھی آج کل تنقید بنایا گیا ہے ۔ لیکن جناب صلاح الدین صاحب نے تنقید کو تنقید سمجھ کر تنقید کی ہے ۔ میرے خلاف بھی ، میری پارٹی کے خلاف بھی انہوں نے لکھا لیکن ہم نے پڑھا ہے اور پڑھ کر ان کے قلم کے خلاف حسد ، بغض اور غصہ نہیں بلکہ یہ محسوس کیا کہ ہماری توجہ دلائی گئی ہے ۔ یہ ان کی بہت بڑی تعریف ، صفت اور خصوصیت ہے ۔ تنقید کے ساتھ آپ نہ صرف تنقید کرتے تھے بلکہ مستند اور مدلل تنقید ، جس کی کسی کو مخالفت کی کم جرأت ہو سکتی تھی ۔ جناب چیئرمین صاحب ' ہمارے ملک میں بحران در بحران ہیں ' مسائل در مسائل ہیں ۔ لوگ کہتے ہیں تاریکیاں ہیں مایوسیاں ہیں ۔ میں بھی ان سے اتفاق کروں گا مگر ہماری صحافت میں ایسے جرأت مند لوگ ہیں جو صحیح سمت کی نشاندہی کرتے ہیں جو تنقید برائے تنقید نہیں ' تنقید برائے اصلاح کرتے ہیں ۔ ان میں آپ کا بہت بڑا مقام تھا ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان پر حملہ جس طرف سے بھی ہوا ' جس غرض سے بھی ہوا ' وہ ملک کی صحافت کے ایک بے لوث اور صحیح نقاد اور صحت مند روایت پر حملہ ہے ' اسلئے میں نے کہا کہ روشنی کم ہوگئی اور تاریکی بڑھی ۔ خدا کرے کہ یہ تاریکی کم ہو ۔ پرسوں میں نے جب دیکھا اور ان کی یہ المناک خبر ' جو میں نے پڑھی ' تو اس دن پارلیمنٹری کانفرنس میں جیسے راجہ صاحب نے کہا ' آپ نے جو کچھ کہا ' جو تقریر کی ' جو تشریح کی ' جو تجاویز دیں ' ان کے بارے میں تو راجہ صاحب نے مختصر الفاظ میں جو کچھ کہا میں اس سے اتفاق کرتا ہوں ۔ جس طرف میں اشارہ کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ جس خونریزی ، جس تشدد ، جس آدم خوری کا جتنا مدلل اور خوش اسلوبی سے آپ نے تجزیہ کیا اور تجاویز پیش کیں افسوس ہے کہ آپ اس تشدد اور اس خونریزی کے شکار ہوئے ۔ ایک نکتہ یہ ہے کہ انسان نے ' ہم سب نے ایک دن مرنا ہے ۔ لیکن ایسے واقعات پر آج نہ صرف مجھ کو آپ کو اور ہاؤس کو اور اس خبر کے پڑھنے والے کو بلکہ ہر اس شخص کو جو ان کی صفات اور ان کی خدمات سے واقف تھا افسوس ہوا ہو گا لیکن زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ تشدد اور خونریزی نہ صرف کراچی اور سندھ میں بلکہ ہمارے ملک میں یہ خونریزی' یہ تشدد' یہ فساد اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ صلاح الدین جیسا صحافی بھی اس کا شکار ہوا ۔ ہم پوری کوشش کر رہے ہیں ' ہماری طرف کل اشارے کئے گئے میں ان اشاروں میں نہیں پڑنا چاہتا ۔ لیکن اس پارلیمنٹری

794(96) Senate

کانفرنس کے دوران کراچی کے فسادات، سندھ کی خونریزی اور ملک کی بدامنی کا علاج کرنے کے لئے میاں نواز شریف نے حکومت سے تعاون کرنے کا یقین دلایا۔اس سے زیادہ خلوص اور نیک نیتی کیا ہو سکتی ہے میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا - یہ جو صلاح الدین کے ساتھ کیا گیا یہ خطرے کی ان گھنٹیوں میں سے ایک گھنٹی ہے جسے میں نہایت خطر ناک سمجھتا ہوں ۔اس لئے اس کی طرف آپ کے ذریعے سے سب کی توجہ دلاتے ہوئے کہوں گا کہ ہم جماعتی، گروہی، فرقہ وارانہ دائروں سے بالا تر ہو کر اگر تشدد کے اس ہاتھ کو بے اثر کرنے کے لئے، کاٹنے کے لئے، تشدد کی اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے متحدہ اور مشترکہ کوششیں نہیں کریں گے تو یہ نہایت خطرناک رخ اختیار کر جائے گا ۔آج رونے کی بجائے ،آنسوں بہانے کی بجائے، صرف الفاظ کے ذریعے اس المناک واقعہ پر افسوس کا اظہار کرنے کی بجائے ہمیں چاہیے، کہ صحیح معنوں میں مرحوم کے ساتھ اور کراچی اور سندھ کے ساتھ حب الوطنی کے تقاضوں سے انصاف ہو۔ ہماری مدد اور کوشش یہ ہوگی کہ مل کر یہ ارادہ کرلیں اور عمل کرنے کے لئے تیار ہو جائیں کہ اسی خونریزی اور تشدد کے خاتمے کے لئے متحدہ آواز اٹھائیں۔ ان الفاظ کے ساتھ میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں ۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ جی ۔ میں پہلے جام صاحب کو دیتا ہوں ۔جی جناب جام کرار صاحب۔

Haji Jam Karar ud Din: Thank you, Mr. Chairman Sir, that you have given me floor to express my grief at the barbaric assasination of Mr. Salah- ud- din, the Editor of "Takbir", in Karachi yesterday. Sir, Mr. Salah- ud-din was a scholar. He was a good writer. He was an editor, but to me he was an encyclopeadia in himself. He never cared for writing any truth and the facts against any body. He was an honest person and a man of strong principle and character. He was no doubt a learned man and his valuable contribution in realm of journalism would be remembered for a long time to come by this nation. May God rest his departed soul in enternal peace and give fortitude and patience to the members of the aggrieved family. Thank you, very much.

Mr. Acting Chairman: Thank you, very much Now I will request Maulana Samiul-Haq to have the floor

مولانا سمیع الحق۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ولاتقولو لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولاکلا تشعرون۔ جناب چیئرمین صاحب یہ اتنا المناک سانحہ ہے کہ اس نے پوری قوم کو خون کے آنسو رلا دیا ہے۔ میں اس موقع پر زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا اور نہ ان تمام عوامل اور محرکات میں جانا چاہتا ہوں چونکہ کراچی کےموضوع پر بحث چل رہی ہے اور موقع ملا تو تفصیل سے کہوں گا' صرف چند کلمات اس عظیم مجاہد کو خراج عقیدت کے طور پر پیش کرنے کے لئے تعزیتی مجلس میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔

جناب صلاح الدین کی موت ایک عالم ' ایک مرد مجاہد ' ایک حق گو صحافی کی موت ہے اور ایسی موت پر پوری قوم جتنا بھی ماتم کرے کم ہے۔ مرحوم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد افضل الجہاد اعلائے کلمۃ الحق عند السلطان کو اپنا ماٹو بنایا تھا اپنے رسالے کا بھی اور ان کی ساری زندگی باطل اور جابر قوتوں کے ایوانوں میں اور ان کے سامنے حق گوئی میں گزری۔ ان کے نظریات سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جو وصف تھا اور جو جرأت رندانہ تھی حق گوئی کی اور جن تند اور تیز ہواؤں میں انہوں نے حق کی شمع فروزاں رکھی' مدتوں اس کو یاد کیا جائے گا۔ صحافت بھی اور شعبوں کی طرح قحط الرجال کا شکار ہے۔ انہوں نے اس دور میں محمد علی جوہر اور ظفر علی خان اور حسرت موہانی جیسے حق گو نقادوں' ادیبوں اور صحافیوں کی یاد تازہ کر رکھی۔ انہوں نے پرچم حق بلند رکھا۔ اور وہ واقعی کہہ رہے تھے کہ

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

اور وہ پرچہ ایسا تھا کہ

ہوا ہے گو تند و تیز مگر چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد حق آگاہ جس کو دیئے ہیں حق نے انداز خسروانہ

تو ایسے شخص کی موت ان حالات میں خطرے کی گھنٹی ہے جیسے کہ ہمارے بزرگ نے کہا کہ گویا پانی سر سے گزر رہا ہے۔ انہوں نے جس انداز میں بعض بیرونی اور اندرونی سازشوں کا اپریشن کیا

اور پچھلے چند شماروں میں تو انہوں نے عالمی طاقتوں کو للکارا کہ جو پاکستان کے اردگرد سازشوں کا تانا بانا بن رہی تھیں اس کو انہوں نے ادھیڑ کر رکھ دیا تھا۔ اور ہر تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص سخت سے سخت حالات کے لئے تیار ہے۔ گویا اس مرد مجاہد نے سرہتھیلی پر رکھا ہوا تھا۔ تو یہ المیہ ایسا ہے کہ اس پر پوری قوم کو سر جوڑ کر سوچنا چاہیئے کہ کن حالات میں یہ ہوا ۔ اس پرآشوب دور کا علاج کیا ہوگا۔ اس وقت اپوزیشن اور حکمرانوں کی بات نہیں ہے۔ آگ جب لگ جاتی ہے تو دوست دشمن سب اس کو بجھانے کے درپے ہوتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ خدارا اس نازک وقت میں جبکہ پاکستان واقعی انتہائی خطرات میں گھرا ہوا ہے ۔ ہمیں سر جوڑ کر اس ملک کو بچانے کی فکر کرنی چاہیئے۔ یہی ہمارا پیغام ہو گا اس مرد غیور کو یہی خراج تحسین ہو گا کہ ہم اپنے ملک کو اورکراچی کو بچا سکیں اور یہاں امن کی شمع دوبارہ فروزاں ہو۔ میں ان کلمات کے ساتھ اس عظیم مرد مجاہد کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اللہ کرے کہ صحافت کے میدان میں ان کا نعم البدل مل جائے۔ اور ایسے صحافی میدان میں آئیں اور اللہ ان کی تعداد بڑھا دے جو ان کے نقش قدم پر چل کر قوم کو صحیح سمت پر لے جانے کی کوشش کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین ۔ شکریہ جناب مولانا صاحب۔ جناب رفیق احمد شیخ صاحب آپ کچھ فرمانا چاہتے تھے ۔ The floor is yours now

شیخ رفیق احمد ۔ آج ہم ایک ایسی شخصیت کے بارے میں یہاں تعزیت کے لئے اپنے کلمات سے ان کی اس شہادت پر اپنے غم اور رنج کا اظہار کر رہے ہیں کہ آج پورے پاکستان میں شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جسے اس واقعہ سے دھچکا نہ لگا ہو اور اس نے یہ محسوس نہ کیا ہو کہ اب بات اتنی بڑھ گئی ہے کہ سب کو اکٹھا ہو کر ایک ساتھ مل کر ان حالات کا مقابلہ کرنا ہے کراچی کو بالخصوص اور پاکستان کو ایسے حادثات سے اور واقعات سے اور اس خونریزی سے بچانا ہے ۔ میں اپنے سے پہلے خیالات کا اظہار کرنے والے دوستوں سے متفق ہوں راجہ صاحب نے جو کہا میں سمجھتا ہوں کہ اس کا جواب دینے کی کچھ ضرورت نہیں ۔ شاید پارٹی کے لیڈر ہونے کی وجہ سے اور لیڈر آف دی اپوزیشن ہونے کی وجہ سے ان کی کچھ مجبوریاں ہوں گی اور موقع پر عرض کروں گا کہ خان عبدالولی خان صاحب نے بدین میں سچی بات کہی کہ یہ سارا انتشار ۔ نسلی، اور فرقہ وارانہ اور یہ علاقائی قتل و غارت کس کے عہد سے شروع ہوئی اور کس نے اس کو جلا دی لیکن آج یہ مو

قع نہیں ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب اس بات پر متفق ہیں کہ جناب صلاح الدین ایک بیباک صحافی تھے اپنا ما فی الضمیر ادا کرنے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی قدرت بخشی تھی ' جب وہ بیان کرتے تھے تو اس میں بڑی وضاحت ہو تی تھی اور جس کے بارے میں ذکر ہوتا تھا اسے یہ محسوس ہوتا تھا کہ اس کے بارے میں یہ ذکر ہو رہا ہے وہ کبھی اپنی تحریر میں confusion کا شکار نہیں ہوئے ۔ اور میں سمجھتا ہوں ۔۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین ۔ آپ تشریف رکھیں ان کو بولنے دیں ۔

شیخ رفیق احمد ۔ وہ اخبارات میں چھپی ہے آپ کی طرف سے ابھی تک تردید نہیں آئی ۔

جناب قائم مقام چیئرمین ۔ مجھ سے بات کیجئے جناب Address the Chair , let him speak ان کو بات کرنے دیں Please

شیخ رفیق احمد ۔ خان صاحب اٹھے وہ بات کر لیتے تو میں بھی شاید دوبارہ کر لیتا میں عرض کرنا چاہتا تھا کہ وہ کھڑے ہوگئے میرے لئے ان کا ایک مقام ہے ۔ بہر حال میں دوبارہ اپنی بات کو جاری کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے مخالفین بھی ان کی عزت کرتے ہیں جن کے بارے میں وہ تنقید کرتے تھے وہ بھی اس تنقید کو نہ صرف خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے بلکہ اس کو appreciate, کرتے تھے اور میں نے تو بہر حال ان کے بارے میں ہمیشہ یہی محسوس کیا ہے کہ وہ بات گو ان کے اپنے خیالات تھے ان کی اپنی رائے تھی لیکن اپنی رائے اور خیالات کا اظہار کرنے میں ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑا کمال بخشا تھا ۔ وہ دل آزاری بہت کم کرتے تھے لیکن اپنی بات communicate کرکے دوسرے کو محسوس کراتے تھے ۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوار رحمت میں جگہ دے اور فردوس بریں میں ان کا ایک اعلیٰ مقام ہو ۔ ان کے اہل خاندان سے میں اپنی طرف سے اور اپنی پارٹی کے ممبران کی طرف سے دلی تعزیت پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اے مولا اس ملک کو خونریزی سے بچا قتل و غارت سے بچا یہ ایک پاکستانی دوسرے پاکستانی کو قتل کر رہا ہے یہ جو کچھ ہو رہا ہے بالخصوص کراچی میں اس سے اللہ تعالیٰ ہمیں نجات دلائے اور اس نجات دلانے میں میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب contribute کر سکتے

ہیں اگر ہم نیک دلی سے اور خلوص دل سے چاہیں کہ کراچی میں اور پاکستان میں دوسری جگہوں پر یہ واقعات ختم ہوں قتل و غارت، ڈاکے، لوٹ مار اور ایسی چیزیں، تو ہم اس میں بڑا effective role ادا کر سکتے ہیں لیکن اگر ہماری جمع خرچ زبانی رہی تو پھر کوئی مسئلہ حل نہیں ہو گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ جناب رفیق صاحب۔ سوال درجواب اور جواب در سوال ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اچھی روایت نہ قائم کرنے والی بات ہے ۔ کیا آپ ذاتی وضاحت پر کھڑے ہوئے ہیں ۔

جناب محمد اجمل خان خٹک ۔ نہیں نہیں اس نے ولی خان کا نام لیا ہے ۔ سب لوگ جنہوں نے میری باتیں سنی ہیں ۔ ان کو اندازہ ہو گا کہ ولی خان کی پارٹی کے ایک رکن نے کس صفائی ، اور خلوص نیت سے کسی کی طرف اشارہ کئے بغیر خراج عقیدت یا ان کی تعزیت کی ہے ۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کو کہاں ولی خان ----

جناب قائم مقام چیئرمین۔برائے مہربانی مداخلت نہ کریں۔

جناب محمد اجمل خان خٹک۔ جناب چیئر مین صاحب۔ یہ اس طرف سے بلاوجہ بلاضرورت -----ولی خان کبھی بدین گئے ہی نہیں تو ان کو ایسی ضرورت کیوں پیش آئی اور کل یہ کہیں گے کہ ہم نہیں کرتے، تو گزارش یہ ہے کہ سب سننے والے آپ سمیت گواہ ہیں کہ میں نے کس خلوص سے ، کس صفائی سے اور کس انداز سے غم کا اظہار فرمایا ۔ سوائے اس کے کہ ان کے ذہن میں جو کدورت ہے ۔ وہ نکل جانی چاہیئے------

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ جناب ۔ تشریف رکھیں ۔ میں آپ کو اجازت نہیں دوں گا ۔ میں کسی کو اجازت نہیں دوں گا ۔ جناب شیخ صاحب میں آپ کو اجازت نہیں دوں گا۔ میں ڈاکٹر عبدالحئی صاحب کو فلور دیتا ہوں ۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین۔ جناب قاسم صاحب ، آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں ۔

ملک محمد قاسم ۔ میں نے صرف ایک انفارمیشن دینی ہے ۔ جو راجہ صاحب نے طلب کی تھی ۔ فرمایا تھا کہ Military Intelligence کو بھی کہا جائے۔ اور میں نے کہا تھا۔

I had gone out and I have requested the Interior Minister and I assure the House that the orders are being issued to the Military Intelligence as well as all other bodies-

اور ایک مشترکہ لائحہ عمل اختیار کیا جا رہا ہے کہ جس سے ملزمان کو پکڑا جائے اور معلوم کیا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ جی ۔ جناب ڈاکٹر صاحب ۔ اختصار سے کام لیا جائے ۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ جناب چیئر مین صاحب شکریہ ۔ میں اس معزز ایوان میں اس قرار داد کی تائید کرتے ہوئے محترم صلاح الدین صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اور جس بیباکی سے انہوں نے صحافت کے میدان میں ایک اہم کردار ادا کیا ' وہ ان تمام جمہوریت پسند قوتوں کے لئے قابل ستائش ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے بیباک لیڈروں' صحافت میں کام کرنے والے ساتھیوں کی جتنی بھی تعریف کی جائے ' میری نظر میں وہ کم ہے ۔ صورت حال یہ ہے کہ میں اس کی شہادت اور قتل کو محض ایک قتل یا شہادت نہیں سمجھتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ صحافت ملک کے اندر ایک ادارے کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ اس ادارے کا قتل ہے ۔ یہ ایک ذات کا قتل نہیں ہے اور میں اس سے آگے بڑھ کر یہ کہوں گا کہ اس صحافت کے میدان میں بالخصوص ایسے بےباک لیڈر ' قلم کار لوگ جنگی عطلے ہی سے ہمارے ملک میں تعداد بہت کم ہے جو بیباکی سے اپنے ضمیر کے مطابق اپنا قلم اور اپنی صلاحیتیں استعمال کرتے ہیں ۔ یہ ایک بہت بڑا سانحہ ہے ' خاص طور پر ایسے ملک میں جہاں جمہوریت کی جڑیں مضبوط نہیں ہیں ' جہاں ادارے مضبوط نہیں ہیں' جہاں مثبت روایات مضبوط نہیں ہیں' جہاں سیاست میں کلاشنکوف کلچر اور ہیروئن کلچر کا دخل ہو ' جہاں اچھی اخلاقی اقدار کی کمی ہو' ایسے معاشرے میں جہاں ظلم ہی ظلم ہو ' جہاں جیبیں بھرنے اور لوٹنے کی سیاست ہو' جہاں کروڑپتی ' ارب پتی بننے کی فکر ہو' جہاں امیر سے امیرترین بننے کی بات ہو یا غریب ' غریب ترین بنتا چلا جا رہا ہو ' تو ایسے ماحول میں ایک ایسے صحافی جو اپنے ضمیر اور اپنے conviction کے مطابق اپنا قلم استعمال کرتے ہوں ' میں سمجھتا ہوں ایسے حالات میں صلاح الدین جیسے بیباک

صحافی کی کمی بہت عرصے تک محسوس ہوتی رہے گی۔

یہ حقیقت ہے کہ ہمارے ملک کے اندر اختلاف رائے کو بالکل پسند نہیں کیا جاتا ۔ ہم سب یہاں جمہوریت کی بات کرتے ہیں ' آزادی صحافت کی بات کرتے ہیں ' شہری آزادیوں کی بات کرتے ہیں ' انصاف کی بات کرتے ہیں ' سیاست میں اختلاف رائے کے احترام کی بات کرتے ہیں ' مگر ہمارا عمل اس کے برعکس ہے ۔ کہنے کے لیے تو ہم بہت کچھ کہتے ہیں اور اس معزز ایوان میں ہم نے ہمیشہ عوامی مصائب ' مسائل اور دہشت گردی پر' بےگناہ معصوم انسانوں کے قتل پر اظہار خیال کیا ہے لیکن ہمارے عمل اور گفتار میں بہت بڑا فرق ہے اور ہمیشہ ہم ان کو ایک دوسرے کے سر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حقیقی مسائل کو سلجھانے کی بجائے کوشش یہ کرتے ہیں کہ میں اپنی گردن سے اتاروں' دوسرے کی گردن میں ڈال دوں' یہ ہمارا عملی وتیرہ رہا ہے۔ اب تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ملک کا کوئی شہر محفوظ نہیں ہے جہاں پر دہشت گردی سے بیگناہ انسانوں کا کسی نہ کسی حوالے سے قتل عام نہ ہو۔ یہ ساری صورتحال ہمارے سامنے ہے ۔ ہمارے ہاں اب یہ طریقہ کار بن گیا ہے کہ حزب اختلاف ' حزب اقتدار کے گلے میں ڈال دیتا ہے ۔ حزب اقتدار کی کوشش ہے کہ چلو مل کر مسئلے کا حل تلاش کریں' ہم اس طرف بھی قدم نہیں بڑھاتے ۔ظاہر ہے کہ ایک ایسا معاشرہ جو تباہی و بربادی کی طرف جا رہا ہو' جو انسانی اقدار کی تباہی کا ذمہ دار ہو' اس معاشرے کو میں سمجھتا ہوں کہ تنہا حزب اقتدار ٹھیک نہیں کر سکتی۔ سیاست میں ہم جب تک رواداری ' برداشت اور جمہوری طریقہ کار کو نہیں اپنائیں گے اور ایک دوسرے کے لیے اختلاف رائے کو صحیح معنوں میں برداشت نہیں کریں گے تو اس ملک سے نہ تو دہشت گردی ختم ہوگی اور نہ یہاں آزادی صحافت ہوگی ' نہ یہاں جمہوری ادارے پنپ سکیں گے اور نہ ہی یہاں اچھی اقدار کی بالا دستی ہوگی اور نہ ہی یہاں ۹۰ فیصد غریب اور مظلوم عوام کے مسائل حل ہوں گے' نہ انہیں مہنگائی سے نجات ملے گی نہ انہیں بیروزگاری سے نجات ملے گی نہ ہی یہاں جو وفاق کی مختلف قومی وحدتیں ہیں ان کے قومی مسائل اور ان کے اختیارات یا حاکمیت کی بات طے ہوگی۔ بہتر یہ ہے ماضی میں جو بھی لوگ شہید ہوئے ہیں ' جو شہری بھی لقمہ اجل بنے ہیں ' چاہے وہ کراچی شہر میں بنے ہیں یا کہیں اور ' میں ان سب کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اور میں اس معزز ایوان کے دونوں طرف بیٹھے ہوئے لوگوں سے یہ عرض کروں گا کہ جناب والا ہم اور آپ سب یہ عہد کریں کہ سیاست میں دہشت گردی کو ہمیشہ کیلئے ختم کریں ۔ سیاست میں اپنی رائے کو طاقت کے ذریعے

نہیں ٹھونسیں گے۔ اختلاف رائے کو اپنی انا کی خاطر دوسرے پر مسلط نہیں کریں گے۔ پہلے ہم خود تو ایسی روایات قائم کریں ۔ ہم اب اس کیلئے تو تیار ہوں کہ سیاست میں ہم طاقت کا استعمال نہیں کریں گے ۔ ہمارے ہاں بدقسمتی یہ ہے کہ اگر کسی کا کوئی بھی مسئلہ یا رائے یا نظریہ یا پروگرام ہو تو اگر کوئی اس کے ساتھ اختلاف کرتا ہے تو پھر وہ سب چیز کو روا سمجھتا ہے ۔

ہم لوگ اسلام کی تو بات کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ فرقہ واریت، تشدد اور اسی طرح شہری حقوق کی بات کرتے ہیں، عوام کے حقوق کی بات کرتے ہیں ۔ اگر عوام کے حقوق ہمارے مزاج کے مطابق حل نہیں ہوتے ہیں ۔ ہماری مرضی کے مطابق مسائل حل نہیں ہوتے ہیں تو اس میں بھی ہم دہشت گردی کے حوالے سے سیاست کو آگے لے آتے ہیں ۔

Mr. Khalil-ur-Rehman:Point of order Sir. Sir, I think , it is totally duplication of what the discussion is going on and I suggest if you put it to the House that it should be discussed in the situation of Karachi.

Mr. Acting Chairman: I do agree with you and I had already requested the House that we should go on the business of the day and it must be discussed in Karachi situation and all these things which we are discussing on the floor now can be discussed in that, of course.

ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب آپ ذرا اختصار سے کام لیں۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ جناب میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ایسے تمام بے باک، نڈر شہری جو لقمہ اجل بنے ہیں، انھیں شہادت نصیب ہوئی ہے ۔ بے گناہ ہیں ان کی قیمتی جانیں ضائع ہوئی ہیں میں ان سب کو اس ایوان میں خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اور یہ توقع رکھتا ہوں کہ ہماری باتیں صرف ان سنہری الفاظ تک نہیں رہیں گی بلکہ ہمیں اس بات پر سوچنا ہے اور اس کا کوئی حل نکالنا ہے کہ مستقبل میں یہ جو وارداتیں ہو رہی ہیں یا یہ جو ظلم زیادتیاں اور بے گناہ شہریوں کا قتل عام ہو رہا ہے اس کا حل نکالیں ۔ محض اپنے آپ کو خراج عقیدت تک محدود کرنے سے یہ مسائل کم نہیں ہونگے۔ شہریوں کی جان و مال کا تحفظ سب سے اہم فریضہ ہے ۔ یہ ذمہ داری حکومت اور حزب اختلاف دونوں کی ہے ۔ ہمیں ان معاملات پر سنجیدگی سے سوچ بچار کرنے کی ضرورت ہے

۔ اس قسم کے واقعات کے تدارک کیلئے ایسا کوئی حل تلاش کریں اور سینٹ اور نیشنل اسمبلی کو یہ کام کرنا چاہیئے تا کہ ان کا اعادہ نہ ہو۔ اور لوگ آزادانہ طور پر اپنے ضمیر اور سوچ کے مطابق اپنے خیالات کا اظہار کریں اور قلم کو استعمال کر سکیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ میں پھر ساجد میر صاحب سے گزارش کرنا چاہتا ہوں

with the permission of House, of course, I may submit even myself before you

all کہ اگر ہمارا جو business ہے وہ لے لیں ----

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین۔ ساجد میر صاحب اب آپ ذرا مختصر کریں پھر میں اشتیاق اظہر صاحب سے گزارش کروں گا۔

جناب ساجد میر۔ شکریہ جناب چیئرمین! اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ جناب صلاح الدین کی شہادت ایک بہت بڑا قومی سانحہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ انھوں نے اپنے علم کو، اپنی قلم کو، اپنی سوچ اور اپنی فکر کو اسلام کیلئے، ہمارے دین کیلئے، ہمارے ملک کیلئے، اور اس اسلامی نظریے کیلئے جو اس ملک کی بنیاد ہے اور اس امت کیلئے وقف کیا ہوا تھا۔ ان سے سیاسی اختلاف تو ممکن تھا مگر ان کے اخلاق پر، ان کی حب الوطنی اور اس کے ساتھ ان کے دلائل اور زور پر دو آراء نہیں ہو سکتی تھیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ پاکستانی صحافت کی آبرو تھے اور ان کا قلم پاکستان کی آبرو کے تحفظ میں کام کر رہا تھا۔

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا
ملک میں اک چراغ تھا نہ رہا
اس کی باتیں جو یاد آئیں
کس کی باتوں سے دل کو بہلائیں

جناب والا! جن حالات میں یہ شہادت ہوئی ہے وہ انتہائی تشویش ناک ہے ۔ ملک میں یقینی طور پر سب اچھا نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں اور ملک کے حالات، سندھ کے حالات، کراچی کے حالات ہماری انتہائی توجہ کے طالب ہیں ۔ اس سے پہلے عروس البلاد کراچی میں گزشتہ چند مہینوں کے اندر سینکڑوں لاشیں گر چکی ہیں جن میں اب ایک گراں مایہ شخص کی لاش کا اضافہ

ہوا ہے۔ کاش یہ خون ناحق ہماری آنکھیں کھولے اور ہم ملک میں ' سندھ میں اور کراچی میں بھڑکی ہوئی آگ کو بجھانے کے لئے اپنی ذمہ داری کو ادا کریں ۔ اس سلسلے میں میں چاہتا ہوں کہ پوری قوم مل کر سوچے اور حکومت اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرے۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ جناب پروفیسر ساجد میر صاحب۔ جناب اشتیاق اظہر صاحب۔

جناب اشتیاق اظہر۔ جناب چیئرمین ' جناب صلاح الدین کی شہادت کے بارے میں ایم کیو ایم کی رابطہ کمیٹی کی طرف سے باضابطہ طور پر ایک قرار داد آ چکی ہے جس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ قاتلوں کو پکڑا جائے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

میں اس سلسلے میں پروفیسر خورشید احمد کی قرار داد کی پرزور حمایت کرتا ہوں اور مجھے یاد ہے کہ ۷۰ء کے عشرے میں جب ہم لوگوں کے خلاف جھوٹے مقدمے بنائے جا رہے تھے اور ہم لوگوں کو سڑکوں پر گھمایا جا رہا تھا اس وقت جناب صلاح الدین کے ساتھ بھی کم و بیش یہی سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جناب راجہ ظفر الحق صاحب نے جو کچھ کہا یا سینیٹر اجمل خٹک نے جو کچھ کہا جناب صلاح الدین نے آخر وقت تک زندگی کی آخری سانسوں تک اس بات کی کوشش کی کہ کراچی میں خون ناحق کا بہنا بند ہو اور ان کی شہادت سے میں سمجھتا ہوں کہ ان تمام لوگوں کو جو کراچی کے امن و امان میں دلچسپی رکھتے ہیں یہ سوچنے پر مجبور ہونا پڑے گا اور ہونا چاہئے کہ اب قتل و غارت گری کے سلسلے کو کسی نہ کسی طرح روکا جائے اور مجھے اس موقع پر ایم کیو ایم کے چیئرمین جناب عظیم احمد طارق کی المناک شہادت کی بھی یاد آ رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس وقت قاتلوں کو گرفتار کر لیا جاتا تو اس وقت سے لے کر اب تک کراچی میں جو خون و قتل اور غارت گری کا دریا بہتا رہا ہے جس میں' جیسا کہ جناب راجہ ظفر الحق نے کہا کہ کم و بیش دو ہزار افراد اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں اس کی نوبت نہ آتی ۔ بہر حال ہم سب اس المیے میں جناب صلاح الدین کے اہل خاندان کے ساتھ اظہار ہمدردی اور تعزیت کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے ۔ بہت بہت شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ جناب۔ عبدالرحیم مندوخیل صاحب۔ ذرا مختصر کریں تا کہ ہم اپنے business کے طرف بھی آ سکیں ۔ آج کا جو Orders of the Day ہے۔ اس کی بھی تکمیل ہو سکے۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل۔ شکریہ جناب چیئرمین کہ آپ نے مجھے موقع دیا کہ جناب صلاح الدین کے المناک قتل پر اس تعزیتی قرار داد پہ اپنی رائے کا اظہار کروں ۔ جناب چیئرمین ہمارے ملک میں مجموعی طور پر ہماری سوسائٹی کے لئے جو بنیادی باتیں تھیں کہ ہم اس ملک کو جمہوریت کی بنیاد پر چلائیں اور جمہوری اصولوں ' قوموں کی مساوات ' عوام کی برابری یہاں ہر قسم کے استحصال کے خاتمے کا ایک سسٹم بنتا تو ' اس میں ایک اہم جمہوری ادارے صحافت کو بھی تحریر و تقریر کی آزادی ہوتی تو ہم ایک ایسی سوسائٹی بناتے جس میں ہمارے ملک کی ترقی بھی ہوتی اور ہمارے ادارے مضبوط بھی ہوتے۔ لیکن چونکہ ہم نے پہلے دن سے اس ملک میں ایک ایسا سسٹم بنانے کے لئے کبھی بھی کوشش ' نہ صرف کوشش نہیں کی ہے بلکہ اس ملک کو ظلم کے تحت ' جبر کے تحت چلانے کے لئے اور اس میں جمہوریت کے تمام اداروں کو مفلوج کرنے کا عمل رکھا ہے تو آج یہ جو کراچی یا سندھ میں واقعات ہو رہے ہیں یہ اس بحران کے شدت کی ایک علامت ہیں۔ یعنی آج میں واضح کہتا ہوں کہ جناب صلاح الدین کی یہ تعزیت یا ملک میں دوسرے لوگوں کی تعزیت ہوگی لیکن جس حد تک اس کی تفتیش کا مسئلہ ہے یا ان لوگوں کا ہے جنہوں نے یہ کام کیا ہے ان کو سزا کا کچھ نہیں ہوگا۔ ہماری پارٹی کے خان اچکزئی جنہوں نے انگریزوں کے خلاف جدوجہد کی جنہوں نے اس ملک میں مساوات کے لئے جدوجہد کی' اور عدم تشدد کے علمبردار تھے انہیں بم پھینک کر شہید کیا گیا۔ لیکن آج تک کسی نے یہ نہیں جتایا کہ وہ کیوں مارے گئے' کس نے مارا' لہذا ایسی کوئی بات نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ اس کے بارے میں کوئی اس پر پریشان تک نہیں ہے۔ البتہ میں یہ کہتا ہوں کہ نظریات میں' فکر میں اس کے ساتھ ہر قسم کے اختلاف کے باوجود ملک کے لئے یہ بہتر ہے کہ جمہوری بنیادوں پر صحافت ہو' اور لوگوں کو تحریر کی اجازت ہو۔ اب ہمارے مسائل جس سٹیج پر پہنچے ہیں یہ ایک خطرناک علامت ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ ایک پہلو سے تو ان کے خاندان کے غم میں ہم واقعی شریک ہیں لیکن اس کے علاوہ ہم ان کے غم کا کوئی مداوا نہیں کر سکتے' البتہ یہ ہے کہ اس علامت سے سمجھتے ہوئے ' ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ملک کے

مسائل کی مختلف نشانیاں ہیں جو مسلسل ظاہر ہو رہی ہیں اس کے باوجود ہم لوگ ایک دوسرے کے گلے میں ڈال رہے ہیں کہ تم نے یہ کیا۔ ہم نے یہ کیا، جس نے بھی کیا ہے۔ آج یہ مسائل کے حل کے لئے گورنمنٹ ہے یا اپوزیشن کی پارٹیاں ہیں انہیں سنجیدہ ہو کر کام کرنا پڑے گا۔ اگر آپ سنجیدہ کام نہیں کریں گے آپ یہ سمجھتے ہیں کہ چلو صلاح الدین مارا گیا آج اس پر اجلاس کریں گے اور بس۔ اس کے بعد کل اور مارے جائیں گے۔

ہمارے ملک کے مسائل کی دو شکلیں ہیں تشدد کے ذریعے حل، یا عدم تشدد کے ذریعے حل، ابھی جو بحران جا رہا ہے جو یہاں حل ہو رہا ہے یہ تشدد کے ذریعے ہو رہا ہے اور جب آپ تشدد کے ذریعے اس طرح آگے بڑھیں گے اس کے بعد ممکن ہے کہ ہم میں سے کوئی یہاں نہ ہو یعنی ہم پشتو میں کہتے ہیں توان ہو یا توانائی ہو۔ پھر یہ ہمارے کسی کے نہ گورنمنٹ کام آئے گی نہ کوئی اور بات کام آئے گی اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ اس مسئلے کو آج جو کچھ ہوا ہے تعزیت کرتے ہوئے جہاں ان کے خاندان کی مشکلات میں ، ان کے غم میں شریک ہوتے ہوئے ہمیں اس کو ایک علامت سمجھتے ہوئے ہمارے ملک کے مسائل کو مساوات کی بنیاد پر جمہوری حوالے سے بھی قومی حوالے سے بھی حل کرنا چاہیئے۔ ہمارے ملک میں جو بیروزگاری کا مسئلہ ہے اور مہنگائی کا ہے اور اسی طرح بدامنی کا یہ ایسے سادہ مسائل نہیں ہیں کہ ہم ایک دوسرے پر ڈالیں۔ جناب والا! میں آپ کا مشکور ہوں۔ میں اس غم میں شریک ہوں لیکن یہ واضح اعلان کرتا ہوں کہ آپ اس مسئلے کو سنجیدگی سے لیں، آپ نہیں لیں گے کل یہ اس سے آگے بڑھے گا۔ مہربانی۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ جناب مندوخیل صاحب۔ حافظ حسین احمد۔

حافظ حسین احمد ۔ شکریہ جناب چیئرمین! یقیناً محترم جناب صلاح الدین صاحب کا قتل ایک المناک حادثہ ہے لیکن جناب چیئرمین، کراچی میں درجنوں اشخاص روزانہ گولیوں کا نشانہ بنتے ہیں، کوئی کسی کا بیٹا ہے کسی کا باپ چھن جاتا ہے کئی مائیں اپنے بچوں کے لئے انتظار کرتی ہیں اور انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ ان کے فرزند شام کو گھر پہنچ سکتے ہیں یا نہیں۔ لیکن جناب صلاح الدین کا قتل اس لئے انتہائی اہم ہے کہ انہوں نے ایک فرد کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اہل صحافت کے لئے ایک پیغام ہے اور ایک threat ہے کہ اگر ہمارے خلاف اور ہمارے اوپر آپ تنقید کریں گے تو یقیناً آپ کا حشر بھی اس طرح ہوگا۔ جناب چیئرمین ہمارے ملک میں کبھی بھی سیاسی

قتل کا قاتل گرفتار نہیں ہوتا اور میرا خیال ہے کہ صلاح الدین کا قتل بھی ایک سیاسی قتل ہے۔ چند دن پہلے صلاح الدین صاحب وہ بھی امن مشن میں اور امن ریلی میں شریک تھے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کی طرف سے یہ امن ریلی کا سب سے پہلا ردعمل ہے۔ ہم کس سے آہ کریں، کس سے فریاد کریں۔ جناب چیئرمین ہم حکومت کو کہیں، ہم نصیراللہ بابر صاحب کو کہیں، ہم کس سے بات کریں۔ حکومت بھی ناکام ہے۔ جس صوبے میں، عروس البلاد کراچی میں، وفاقی حکومت کے وزیر کا گھر محفوظ نہیں۔ اکبر لاسی کے گھر پر جو ہمارا بلوچستان سے آدھا وزیر ہے اس بیچارے کے گھر پر فائرنگ ہوئی، کچھ افراد مارے گئے مگر کوئی پرسان حال نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہی حال رہا تو کل وزیراعظم صاحبہ، اور صدر صاحب بھی کراچی میں نہیں اتر سکیں گے۔ کس سے فریاد کی جائے، اگر فوج کی موجودگی کے باوجود بھی یہ حالات ہیں اور آپ اس فوج کو واپس بھیج رہے ہیں۔

جناب چیئرمین۔ میں یہی گزارش کروں گا کہ یہ ایک سیاسی مسئلہ ہے اس کا سیاسی حل ہونا چاہئیے۔ اور اہل صحافت کو اس انداز میں دبانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئیے۔ یہاں صحافیوں پر غداری کا مقدمہ بنا۔ اہل صحافت کو اس انداز سے اپنے تابع بنانا اور صحافت کا گلا گھونٹنا انتہائی خطرناک عمل ہوگا۔ ہم صرف دعا ہی کرسکتے ہیں، فاتحہ کرسکتے ہیں، کب تک ہمارے ہاتھ فاتحہ کے لئے اٹھتے رہیں گے اور منہ پر ہم پھیرتے رہیں گے۔ جب تک اس کا کوئی حل نہ ہو جناب چیئرمین، اس وقت تک کئی صلاح الدین، اللہ نہ کرے، ہم سے جدا ہوتے رہیں گے۔ کئی اکبر لاسیوں کے گھر پر حملے ہوتے رہیں گے۔ آج میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے وزیراعلیٰ عبداللہ شاہ ہمارے محترم ہیں، وہ بھی کراچی میں نہیں پھر سکتے۔ کراچی میں نہیں جاسکتے۔ یہ پتہ نہیں کہ کوئی بھی شخص، کسی بھی وقت، کوئی بھی موٹر سائیکل سوار کسی کی گولیوں کا نشانہ بن سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری تعزیت ان تک پہنچے لیکن اس کا مستقل حل بھی ڈھونڈنا چاہئیے۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ، جناب حافظ صاحب، حافظ حسین احمد صاحب نے بول لیا ہے آپ کی جماعت کی نمائندگی ہوگئی ہے۔

حافظ فضل محمد۔ جناب چیئرمین یہ تعزیت کا مسئلہ ہے یہ کوئی اور ایشو نہیں ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ تعزیت کی وجہ سے سارے ہاؤس کو بولنے کی اجازت

دینی پڑ جائے گی۔

حافظ فضل محمد۔ یہ سیاسی پالیسی کے بارے میں کوئی بات نہیں ہو رہی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ میں نے تو شروع ہی میں کہا ہے سب نے یہ فیصلہ کیا ہے۔

حافظ فضل محمد۔ جناب چیئرمین بات یہ ہے کہ جب درمیان میں باقاعدہ یہ ایشو آ گیا ہے۔ ابھی تعزیت کے حوالے سے کوئی پالیسی نہیں ہوتی ہے کہ پارلیمانی لیڈر بیان کرے تو باقی فارغ ہوتے ہیں۔ یہ تعزیت کا مسئلہ ہے' لہذا مجھے اجازت دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ آپ اگر بولنا چاہیں تو بول سکتے ہیں' چلئے بولنے دو منٹ دیتے ہیں آپ کو' آپ بھی بول لیں۔

حافظ فضل محمد۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

کس قدر بے کیف ہے سارا جہاں تیرے بغیر
گلشن ہستی میں آئی ہے خزاں تیرے بغیر

حقیقت ہے کہ گلشن صحافت میں ایک ایسا درخشندہ اور تابندہ ستارہ اس افق میں ڈوب گیا۔ پوری صحافی برادری کے لئے اور پورے ملک کے لئے اور پورے عالم اسلام کے لئے یہ حقیقت ہے کہ کمال وہی ہے جو مخالف بھی اس کا اعتراف کرے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سیاسی لحاظ سے کچھ نظریاتی حوالے سے' اختلافات بہت ہو سکتے ہیں۔ لیکن حدیث کی رو سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آپ اپنے ان لوگوں کے محاسن کا ذکر کیا کریں جو اس صفحہ ہستی سے' اس زندگی سے آخرت کے لئے کوچ کرتے ہیں تو ان کے محاسن کو بیان کرنا چاہئیے۔ ان کو بہت ساری صلاحیتیں اللہ نے دی تھیں یقینا" کہ اس موجودہ مغرب زدہ اور اس مادہ پرستی کے دور میں اسلام کے ہر پہلو کو جس شاندار انداز سے جناب محترم مرحوم صلاح الدین صاحب پیش کیا کرتے تھے' تو اس سے یقینا" وہ ملحد' لادین اور libral قسم کے لوگوں کو بھی قائل کیا کرتے تھے۔ یہ ان کی ایک اپنی ذاتی صلاحیت تھی۔ اللہ نے جو ان کو دی تھی۔ یقینا" ہمیں اس قسم کے لوگوں کی انتہائی ضرورت ہے۔ اسلام کے حوالے سے' پاکستان کے حوالے سے یہ بات ایک مسلم حقیقت ہے کہ وہ انتہائی مخلص، محب وطن اور کٹر پاکستانی تھے اور ایک انتہائی مجاہد مسلمان بھی تھے۔ اس لئے میرے

خیال میں یہ پوری قوم کے لئے ' پورے پاکستان کے لئے اور عالم اسلام کے لئے ایک سانحہ ہے ۔ یہ ایک حادثہ ہے اور ایک المیہ ہے ۔اللہ نہ کرے کہ اس قسم کے واقعات اور بھی ہوتے رہیں ۔ ویسے تو کراچی کا مسئلہ ایجنڈے پر آ رہا ہے ۔ جب اس پر بات کریں گے تو ساتھ ساتھ پورے ملک کے حالات پر بھی کچھ کہیں گے لیکن یہ چونکہ ایک خاص اہمیت کا مسئلہ تھا ۔اس لئے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہم سب ان کے پورے خاندان کے غم میں شریک ہیں ۔ اللہ جل جلالہ ان کو مغفرت عطا فرمائے ۔

جناب قائم مقام چیئرمین ۔ راجہ صاحب ' ارشاد فرمائیں ۔

راجہ محمد ظفر الحق۔ میں جناب ملک قاسم صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نےمیری تجویز کی پذیرائی کی اور اس ہاؤس میں اعلان کیا کہ اس کیس کی تفتیش میں ملٹری intelligence کو بھی شامل کیا جائے گا ۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر جناب صلاح الدین صاحب کی وفات کسی بیماری یا اور کسی وجہ سے طبعی موت ہوتی تو پھر صرف ان کے بارے تعزیتی کلمات ادا کرنا ہی کافی ہوتا لیکن یہ چونکہ ایک سیاسی قتل کا معاملہ ہے ۔ ایک حادثہ اور سانحہ ہے ' اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہوش مند لوگ ' قابل اصلاح لوگ' قومی سانحات کو اصلاح احوال کے لئے ایک موقع تصور کرتے ہیں۔ میں اگر یہ تجویز نہ دیتا اور صرف یہی کہہ دیتا کہ وہ ایک بہت اچھے صحافی تھے اور بہت اچھے دوست تھے تو پھر یہ بات بھی آگے نہ بڑھتی ۔

جناب والا ! جس بات کے لئے میں اس وقت کھڑا ہوا ہوں ' وہ یہ ہے کہ ہم نے (اجتماعی طور پر تمام اپوزیشن پارٹیوں نے) یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہم یہ آپ سے پوچھا کریں گے کہ جو چیئرمین صاحب نے ruling دی' اس پر کیا حکومت عمل درآمد کے لئے تیار ہے یا نہیں اس سے پہلے ہم اس مسئلہ پر تین دن احتجاجی طور پر واک آؤٹ کر چکے ہیں لیکن جب ہم نے پچھلی دفعہ احتجاج کیا تھا تو اس دوران دو وزراء صاحبان ہمارے پاس آئے 'انہوں نے یہ کہا کہ وزیر اعظم صاحبہ ملک میں نہیں ہیں ' اس لئے ہم ان کے آنے تک اس معاملے کو ملتوی رکھیں ---

سید محمد جواد ہادی۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

راجہ محمد ظفر الحق۔ میں بھی پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں ۔

جناب قائم مقام چیئرمین ۔ ان کو پہلے بات کرنے دیجئیے ۔

سید محمد جواد ہادی۔ میں صرف ایک عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں یا کوئی اور وجہ ہے کہ آپ تقریر کا موقع نہیں دے رہے ہیں ۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ ہم خدانخواستہ آپ سے ناراض کیوں ہوں گے۔

سید محمد جواد ہادی۔ ایسی بات نہیں ہے تو پھر آپ نے ایک دوسری بات کیوں شروع کروائی ہے ؟

جناب قائم مقام چیئرمین۔ ابھی وہ ختم کر رہے ہیں ۔ کیا آپ بھی اس مسئلہ پر بات کرناچاہیں گے ؟

سید محمد جواد ہادی۔جی ہاں۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ تشریف رکھیئے ، آپ کو موقع دیا جائے گا ۔

راجہ محمد ظفر الحق۔ آج پھر دو دن کے بعد اجلاس ہو رہاہے ۔ ہماری خوشی قسمتی ہے کہ وزیر اعظم صاحبہ اس وقت پاکستان کے دورہ پر یہاں موجود ہیں ۔ خدا معلوم وہ یہاں کتنے دن رہتی ہیں اور کتنے دن نہیں رہتی ہیں ۔ اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب وہ یہاں موجود ہیں تو پھر وزراء صاحبان ان سے پوچھ لیں کہ آیا وہ سینٹ کے چیئرمین کی رولنگ پر عمل درآمد کے لئے تیار ہیں یا نہیں ہیں ؟ یہ سوال قومی اسمبلی میں بھی ہر روز اٹھایا جاتا ہے اور یہ سوال سینٹ میں بھی اٹھایا جاتا ہے ۔ اس کا جواب ہمیں ملنا چاہئیے ۔ اگر اس کا جواب ہمیں نہیں ملتا ہے اور اس کا جواب نہیں ہے تو پھر ہم آج بھی احتجاجاً واک آؤٹ کریں گے ۔جناب والا ! اس کاجواب کون صاحب دیں گے ؟

(مداخلت)

سید اقبال حیدر۔ میرا خیال ہے کہ جواد صاحب نے ابھی تقریر نہیں کی ہے ۔

جناب منظور احمد گچکی۔ میں جناب والا ۔ پوائنٹ آف آرڈر پر یہ کہہ رہاہوں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ جس مسئلہ پر debate ہو رہی ہے ، وہ ابھی ختم ہی نہیں ہوا۔ اس مسئلہ پر بحث ختم ہونے سے پہلے اس طریقے سے حزب اختلاف کے لیڈر کی طرف سے واک آؤٹ کے معاملہ کو

پیش کرنا جو ہے ' یہ اس سانحہ سے غیر سنجیدگی کا اظہار ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس مسئلہ پر یہ لوگ کتنے سنجیدہ ہیں ۔ اگر وہ sincere ہوتے تو پھر انہیں چاہئیے تھا کہ جب یہ بحث مکمل ہو جاتی تو پھر واک آؤٹ کے معاملہ کو اٹھاتے۔ یہ طریقہ بہتر اور زیادہ خوبصورت بھی لگتا۔

راجہ محمد ظفر الحق۔ جناب والا ۔ آپ نے کہا تھا کہ اب کوئی رکن اظہار خیال نہیں کرنا چاہتا۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ میں نے کہا تھا کہ اب کوئی مقرر نہیں ہے۔ بہرحال علامہ صاحب ارشاد فرمانا چاہتے ہیں۔میں ان کو ذرا فلور دیتا ہوں اس کے بعد دیکھیئے۔

سید محمد جواد ہادی۔بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مرحوم صلاح الدین کا قتل یقیناً ایک بہت بڑا قومی المیہ ہے اور اس پر جتنا بھی اظہار افسوس کیا جائے کم ہے لیکن مرحوم کے قتل پر اظہار افسوس کرنے کے ساتھ ساتھ میں تو سب سے پہلے اس ملک کے سیاست مداروں کی بےبسی پر اظہار افسوس کروں گا ' حکمرانوں کی بے بسی پر اظہار افسوس کروں گا۔ انتظامیہ کی بے بسی پر اظہار افسوس کروں گا۔ عدلیہ کی بے بسی پر اظہار افسوس کروں گا اور قانون ساز اداروں کی بے بسی پر اظہار افسوس کروں گا۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے لیکن یہ بھی کوئی کم المیہ نہیں ہے کہ اس ملک کے اہم ادارے کتنے بے بس ہیں۔ حکمران کتنے بے بس ہیں۔ انتظامیہ کتنی بے بس ہے کہ آئے دن قتل ہوتے ہیں بڑے بڑے لیڈر قتل ہوتے ہیں۔ عظیم صحافی قتل ہوتے ہیں۔لیکن قاتلوں کا سراغ نہیں ملتا۔ میں مرحوم صلاح الدین کے قتل کو صرف ایک فرد کا قتل نہیں سمجھتا۔ بلکہ یہ صحافت کا قتل ہے۔ اس قتل پر اس ملک کے شہریوں کو تسلیت پیش کرتا ہوں خاص طور پر صحافی برادری کو تسلیت پیش کروں گا کہ اس قتل سے صحافت کے ناموس کا دامن تار تار ہوا ہے۔ اور اس معزز ایوان کے ممبران کو تسلیت پیش کروں گا کہ اس قتل سے ایک جرات مند آواز خاموش ہو گئی ہے۔ میں عظیم صحافی کے قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ ہرگز نہیں کروں گا اس لئے کہ اتنی بے بسی ہے' اتنی بیچارگی ہے کہ خود حکمران محفوظ نہیں ہیں سیاست مدار محفوظ نہیں ہیں' وہ دوسروں کے قاتل کیسے پکڑیں گے۔ کس کو پتہ نہیں ہے کہ مرحوم صلاح الدین کو کس نے قتل کیا ہم کیوں ادھر ادھر الفاظ کا رخ پھر رہے ہیں۔ ہم کیوں جرات سے اظہار نہیں کر سکتے ہیں کہ صلاح الدین کو بین الاقوامی دہشت گرد امریکہ اور اس کی ناجائز اولاد اسرائیل کے ایجنٹوں نے قتل کیا ہے۔ اس

لئے کہ وہ پاکستان میں امریکی اور اسرائیلی عزائم کو بے نقاب کرتا رہا۔ اس کے گھر کو بھی امریکی ایجنٹوں نے جلایا اور ایک عرصے تک اس کے پرچے کو کراچی سے بند کرایا تھا۔افسوس کی بات یہ ہے کہ ایجنسیوں کو پتہ ہوتا ہے کہ فلاں شخص قتل ہونے والا ہے اور اس کے قتل کا منصوبہ بنا ہے۔ لیکن اس کی روک تھام کے لئے ابھی کوئی اقدام نہیں ہوا ہے۔ میں اس غم کے موقع پر سیاست مداروں سے درخواست کروں گا کہ ایک دوسرے پر طنز کرکے مرحوم کی روح کو مزید نہ تڑپائیں۔ میں اس بےبسی کے عالم میں حکمرانوں سے یہ مطالبہ کروں گا کہ اپنی حفاظت کی خاطر شہریوں کی حفاظت کو یقینی بناؤ۔ مرحوم کا خون چیخ چیخ کر پکار رہا ہے کہ میرا قاتل کون ہے۔ میں اس ہاؤس میں اعلان کرتا ہوں کہ مرحوم صلاح الدین امریکہ سے آنے ہوئے ڈالروں کے سیلاب میں بہہ گئے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اس خطرناک منصوبے پر سب سے سخت تنقید کرنے والے تھے۔ اس نے اپنے مؤقر جریدے کے ذریعے سے پاکستان کے استحکام اور استقلال کا جو سودا ہو رہا تھا اس کو بے نقاب کیا تھا اور امریکہ نے اس کو اپنے ایجنٹوں سے مروایا ہے۔ امریکہ خود نہیں آتا ہے میرے اور آپ سے قتل کرا رہا ہے۔ ہم کیوں شرماتے ہیں ہم کیوں جرأت اظہار نہیں رکھتے۔ مرحوم صلاح الدین کی روح پکار رہی ہے

میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں
کہ اہل شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے

میں اس موقع پر اس کے اہل خانہ سے اظہار تعزیت اور تسلیت کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین ۔شکریہ جناب میرا خیال ہے کہ اب بزنس کی طرف آئیں -----

راجہ محمد ظفر الحق۔ جناب چیئرمین میرے سوال کا جواب اگر حکومت دے دے تو ---

جناب قائم مقام چیئرمین۔جناب سید اقبال حیدر صاحب کچھ ارشاد فرمائیں گے۔

سید اقبال حیدر۔ سر میں صرف گزارش ہی کرسکتا ہوں۔ معزز قائد حزب اختلاف اپنا نقطہ نظر رکھتے ہیں اور مندوخیل صاحب خفا ہو جاتے ہیں۔ جب میں قانون اور آئین کی بات کرتا ہوں۔ تو وہ -- چیئرمین کی رولنگ کو نظرانداز کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یا اسے

disregard کرنے کا۔

Sir, we have full respect and regard and the court ordered even made a reference for the purpose of attending the session of the Senate, Ch. Shujat Hussain was immediately brought to the Senate and we will follow the same practice. There is no question of preventing any member of the Senate from attending the session in accordance with the law.

Mr. Acting Chairman: Are you following the ruling of the Chairman?

Syed Iqbal Haider: Sir, the order which has been issued by the court, it is in respect and acknowledgement of the ruling of the Chairman and not otherwise.

(interruption)

راجہ محمد ظفر الحق۔ پھر ہوا کیا؟

جناب قائم مقام چیئرمین۔ وہ کہتے ہیں جی کہ "پرنالہ اُوتھے دا اُوتھے ای اے" ۔

راجہ محمد ظفر الحق۔ اچھا تو پھر ہم واک آؤٹ کرتے ہیں ۔

(اس مرحلہ پر حزب اختلاف واک آؤٹ کرگئی)

جناب قائم مقام چیئرمین ۔ میں راشدی صاحب ' بیرسٹر صاحب اور ڈاکٹر شیر افگن صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ باہر جا کر انہیں منا کر لائیں -----

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی۔ جناب چیئرمین میں لے کر آؤں گا۔ لیکن یہی مسئلہ ہماری قومی اسمبلی میں بھی رہا ہے اور اب پریولج موشن ایڈمٹ ہوکر چوہدری شجاعت حسین صاحب کا '

(مداخلت)

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی ۔ ہم ضرور جاتے آپ کے حکم کے مطابق ' لیکن کل وہاں ڈپٹی سپیکر صاحب نے بڑی خوبصورتی سے اس پر فیصلہ دے دیا ہے ۔ تو اس کے بارے میں

بھی سوچا کریں ۔ اس پر بھی غور فرمائیں۔

سید اقبال حیدر ۔جناب میری ایک گزارش ہے صرف آپ سے ' جناب چیئرمین میں مشکور ہوں گا آپ کے تعاون کا ' جیسا کہ اس معزز ایوان میں ہماری پوری کوشش ہے کہ حزب اختلاف کو ساتھ لے کر چلیں اور ابھی تک لے کر چل رہے ہیں ۔ اور میری کوشش مسلسل یہی رہے گی کہ ان کا تعاون شامل حال رہے تو بہت اچھا ہے ۔ جس مسئلے پر بھی بات کرنا چاہتے ہیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے ۔ جیسے کراچی کے مسئلے پر ہم نے اس دن طے کیا تھا کہ دو دن بحث جاری رہے ۔ گزشتہ روز بحث ہو چکی ہے اور آج بھی بحث ہو جائے ۔ اس میں ہمیں صدر کے خطاب پر بھی بحث کرنی ہے ۔ اور ایک آئین اور قانون کا تقاضا بھی ہے کہ قانون سازی بھی ہے اور میں چاہوں گا کہ قانون سازی کے اس عمل کو اور اس فریضے کو نظرانداز نہ کریں ۔ اس میں میری مراد آئیٹم نمبر 6اور 8 کے متعلق ہے اور اس پر کافی بحث ہو چکی ہے ۔ اس میں کوئی سیاسی قابل اعتراض پہلو بھی نہیں ہےاور جو دونوں بل ہیں وہ سیاسی طور پر غیر متنازعہ ہیں ۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ اس میں ترامیم تو ہیں ناں ۔

سید اقبال حیدر ۔ وہ بھی ہیں ۔ لیکن سر کچھ آپ بھی مہربانی فرمائیں گے ۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین ۔میں توحاضر ہوں ان کو منالیں ۔ اگر وہ اپنی ترامیم واپس لیتے ہیں تو میں حاضر ہوں ۔

سید اقبال حیدر ۔آج کراچی کے مسئلے پر بحث مکمل ہو جائے تو کل صبح ہم یہ قانون سازی کرلیں گے ۔

جناب قائم مقام چیئرمین ۔انشاء اللہ ضرور کریں گے I am always with you sir,

I am part of this House,

کل رکھتے ہیں' رات کو چلاتے ہیں'

سید اقبال حیدر ۔ کل قومی اسمبلی کا اجلاس ہے لیکن اس کے باوجود میں تیار ہوں کل صبح کے لئے اس لئے کہ قانون سازی کا عمل جو ہے وہ جاری رہنا چاہئے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ ابھی وہ آتے ہیں تو ان سے بات کر لیتے ہیں۔ میں اتنے میں leave applications پڑھ لوں۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب قائم مقام چیئرمین۔ جناب ایم ظفر ذاتی مصروفیات کی وجہ سے مورخہ ۲۶ نومبر تا یکم دسمبر سینٹ کے اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے لہذا انہوں نے ان ایام کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین۔ سردار آصف احمد علی، وزیر برائے خارجہ امور نے اطلاع دی ہے کہ وہ سرکاری دورے پر ملک سے باہر ہیں اس لئے وہ یکم تا ۱۶ دسمبر اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ جناب آفتاب شعبان میرانی، وزیر برائے دفاع نے اطلاع دی ہے کہ وہ سرکاری دورے پر ملک سے باہر ہیں اس لئے مورخہ ۵ دسمبر سے ۸ دسمبر تک اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ جناب احسان الحق پراچہ صاحب نے مورخہ ۲۶ نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کی۔ انہوں نے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین۔ اب وہ آ جائیں تو پھر دیکھتے ہیں۔ میرے خیال میں آج تو پریویلج موشن ہے ہی نہیں، ---- میرے پاس تو نہیں ہے----- میرے خیال میں چیمبر میں ہیں اور وہ دیکھ کر بتا دیں گے۔

سید اقبال حیدر ۔ جناب یہ laying of the reports ہیں بشیر احمد صاحب کی وہ ابھی نہیں آئے۔

(اس دوران اپوزیشن کے واک آؤٹ کی وجہ سے اجلاس کی کارروائی معطل رہی)

(وقفہ)

(اپوزیشن واک آؤٹ کے بعد دوبارہ اجلاس میں آئی)

Mr. Acting Chairman: Thank you very much. Opposition has

now come back to the House.

سید اقبال حیدر۔ راجہ صاحب کراچی پر بحث شروع کر دیں۔ اس میں بشیر احمد خان صاحب نے ایک formal رپورٹ lay کرنی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ اس سے قبل (راجہ صاحب اور سید اقبال حیدر صاحب) ایڈجرنمنٹ موشنز ہیں ان کو چھوڑ دیا جائے۔

سید اقبال حیدر۔ جی ہاں ۔ کراچی پر بحث ہو۔

ایک معزز رکن۔ Call attention notice ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ Call atention notice ہمیشہ آرڈر آف دی ڈے میں سب سے آخر میں آتا ہے۔ آئٹم نمبر۲ سردار بشیر احمد خان صاحب۔

Motion Under Rule 171 (1)

سردار بشیر احمد خان ترین۔ جناب چیئرمین میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ قواعد ضابطہ کار و انصرام کارروائی سینٹ ۱۹۸۸ کے قاعدہ ۱۷۱ کے ذیلی قاعدہ(۱) کے تحت قائمہ کمیٹی برائے پانی و بجلی کی تحریک التواء جو بلوچستان میں پشین کے علاقے میں زبردست لوڈ شیڈنگ ہوئی جس سے زرعی مشینری اور گھریلو بجلی کے سامان کو زبردست نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے اور رپورٹ پیش کرنے کی تاخیر پر آج دن تک معذرت خواہ ہیں۔

Mr . Acting Chairman: It has been moved by Sardar Bashir Ahmed Khan Tareen that under Rule 171 (1) of the Rules of the Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, delay in the presentation of reports of the Standing Committee on Water and Power on the issue raised in the adjournment motion regarding the frequent loadshedding in Pesheen , Balochistan causing immense damage to machinery and home electric be condoned till today.

(The motion was adopted)

Report of the Standing Committee Re: Heavy Damage due to Frequent Loadsheding Laid

Mr. Acting Chairman: The motion is carried. Mr. Bashir Ahmed Khan Tareen.

سردار بشیر احمد خان ترین۔ آئٹم نمبر ۳ جناب چیئرمین صاحب میں بلوچستان میں پشین کے علاقے میں زبردست لوڈ شیڈنگ جس سے زرعی مشینری اور گھریلو بجلی کے سامان کو زبردست نقصان اٹھانے پر پیش کی گئی تحریک التواء پر قائمہ کمیٹی برائے پانی و بجلی کی رپورٹ پیش کرتا ہوں۔

Mr. Acting Chairam: Report stands presented

اگلا چوتھا بھی آپ کا ہے جی۔

Motion Under Rule 171 (1)

سردار بشیر احمد خان ترین۔ آئٹم نمبر ۴ جناب چیئرمین صاحب میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ قواعد ضابطہ کار و انصرام کارروائی ۱۹۸۸ء کے قاعدہ ۱۷۱ کے ذیلی قاعدہ (۱) کے تحت قائمہ کمیٹی برائے پانی و بجلی کی تحریک التواء جو گلگت میں ہائیڈل پاور پراجیکٹ میں پیدا ہونے والے نقائص سے متعلق ہے، پر رپورٹ پیش کرنے میں تاخیر پر آج دن تک کی معذرت قبول کی جائے۔

Mr. Acting Chairman: It has been moved by Sardar Bashir Ahmed Khan Tareen that under Rule 171(1) of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, delay in the presenation of Report of the Standing Committee on Water and Power on the issue raised in the adjournment motion regarding defects developed in the Hydel Power Project, Gilgit, be condoned till today.

(The motion was carried)

جناب قائم مقام چیئرمین۔جی اگلا آئٹم نمبر ۵۔

Report of The Standing Committee Re: Defects Found in Gilgit

Hydal Power Project Laid

جناب بشیر احمد خان ترین۔ آئٹم نمبر ۵ جناب چیئرمین صاحب میں گلگت ہائیڈل پاور پراجیکٹ پر پیدا ہونے والے نقائص سے متعلق تحریک التواء پر قائمہ کمیٹی کی رپورٹ پیش کرتا ہوں۔

Mr. Acting Chairman: The Report Stands presented. Now as discussed and decided, Raja Sahib, your attention please and Malik Qasim Sahib.... So, we now switch over to item No. 12. So, I want to request the House...

میرے پاس جو لسٹ ہے اس میں ...... if you want some. I have been requested......

Syed Iqbal Haider: We have agreed for two days debate. Let it be concluded today, Sir.

راجہ محمد ظفرالحق۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے بعد discussion Presidential Address پر ہوگی۔ کراچی کی situation' سندھ کی situation پورے ملک کی بگڑتی ہوئی situation' کے اوپر اور بھی بحث ہو سکتی ہے۔ اس لیئے جو حضرات اس پر بحث کرنا چاہتے ہیں' ان کو موقع دیا جائے۔ We can short list our speakers چار پانچ آدمیوں کو بولنے دیں اس کے بعد پھر۔

Syed Iqbal Haider: Time should not be more than 10 minutes.

Mr. Acting Chairman: With the permission of the House, I request that if you want, I give the floor to Commandar Khalil-ur-Rehman, as he has requested that he had to go somewhere.

جی on point of order شیخ صاحب۔

جناب آفتاب احمد شیخ۔ جناب چیئرمین! بات یہ ہے کہ میں تقریر نہیں کررہا ہوں

کراچی situation پہ میں تقریر کرچکا ہوں پہلے۔ میں جس بات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ ہم کراچی کے معاملات پہ debate کر رہے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ کراچی کی صورتحال کو حل کریں۔ لیکن آج میں آپ کی توجہ دو دو لائنوں کی دو خبروں کی جانب مبذول کراتا ہوں۔ ایک "The Nation" میں اور "The News" International میں وزیر قانون کا بیان ہے کہ

MQM believes in politics of terrorism, adding that two fractions of the Organization......

Mr. Acting Chairman: Sheikh Sahib, it is not a point of order.

Mr. Aftab Ahmed Sheikh: Sir, my submission is that technically it may not be a point of order. But, what I submit is that on a point of information or point of explanation, I would like the Law Minister to say, if he has agreed to debate the Karachi situation after giving these statements in the papers, then...(interruption) No Sir, kindly permit me to submit. Now, the second newspaper which was quoted,- "but MQM was the only party which has resorted to violence because they believe in the politics of terrorism." Now, my humble submission is sir, that after this policy statement from the Government, you want the Karachi situation, to be debated. Go on debating. It is a useless matter. Sir, kindly allow me to say. The Government is not at all serious, honest, sincere in resolving the Karachi situation, otherwise, if the Government is really serious, honest to resolve the Karachi situation the debate is still going on here and in the National Assembly also there was no point in giving this statement.

Mr. Acting Chairman: Anyhow, it should be moved properly.

Syed Iqbal Haider: On a point of personal explanation sir, I will

present my point of view fully. From the whole point of view he picked out one line, it is out of context and I will present my point of view on the Karachi situation after hearing that if the honourable member has any objection, I will be happy to reply. Secondly, sir, I request that the speaker should confine to the specified limit of 10 minutes, which was agreed.

جناب قائم مقام چیئرمین، مقررین اس وقت ہمارے پاس ۲۰ ہیں ۔ ابھی راجہ صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم کم کر دیں گے اور اس طرف سے بھی اقبال حیدر صاحب نے فرمایا ہے کہ ہم بھی کم کر دیں گے ۔ تو اس میں کچھ کمی ہو جائے گی ۔ اس لئے آج اس پر بحث ہونی چاہیئے ۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل، آج کا دن ہے ۔ پرسوں بھی ہے ۔

جناب قائم مقام چیئرمین، اگر مقررین ختم نہیں ہوتے تو اس پر بحث چلے گی ۔ کل فیصلہ کریں گے آپ صاحبان کہ کل ہونا ہے یا نہیں ۔ جی جناب کمانڈر خلیل صاحب ۔ The floor is with you Sir.

جناب خلیل الرحمان، شکریہ جناب چیئرمین صاحب ' میں کراچی کا پرانا باسی ہوں---

Mr. Acting Chairman: I will request both the sides to please be attentive .Thank you very much.Malik Qasem Sahib is, I think, very busy.

جناب خلیل الرحمان ، جناب' میں آپ کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ میں کہہ رہا تھا کہ میں کراچی شہر کا ایک پرانا باسی ہوں ۔ یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جب لوگ ٹراموں میں سفر کیا کرتے تھے ۔ وکٹوریوں میں بیٹھ کر کلفٹن وغیرہ جایا کرتے تھے ۔ اگر دل چاہتا تو ۴ بجے صبح کھارا در میں جاکر پائے کھاتے تھے ۔ نہ کوئی کھٹکا تھا ' نہ کوئی خوف و ہراس تھا ۔ کراچی ایک روشنیوں کا شہر تھا ' ایک رنگینیوں کا شہر تھا جو آج لاشوں کا شہر بن چکا ہے ۔ جہاں انسان اپنے سائے سے ڈرتا ہے ' جہاں شام کو لوگ گھر سے باہر نکلتے ہوئے ڈرتے ہیں اور رات کو اپنے گھر سوتے ہوئے ڈرتے ہیں ۔ جناب وہاں ایک اس قسم کا المیہ ' ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے جہاں وہ جتنے actors ہیں ' انہوں نے اپنے چہروں پر نقاب لگائے ہوئے ہیں ۔ اگر آپ کو یاد ہو تو وہ ڈرامے

ہوا کرتے تھے ، کسی نے شیر کی شکل لگائی ہے ، کسی نے بھیڑئے کی لگائی ہے ، کسی نے کوئی اور علیٰ ہذالقیاس اور وہ چہرے پر چہرہ ۔ بعض حضرات نے تو اتنا کمال کیا ہے کہ انہوں تو کھالیں تک اوڑھی ہوئی ہیں تاکہ ان کے اندرونی خلفشار ' ان کے جذبات ' ان کی حرکات و سکنات ان کے پیچھے چھپے رہیں اور وہ وہی کردار ادا کرسکیں جن کا بھیس انہوں نے بدل رکھا ہے ۔ کراچی اور سندھ کے موجودہ حالات ہماری اس بدقسمت تاریخ میں ایک نہایت ہی المیہ باب کا اضافہ کر رہے ہیں ۔ لیکن جناب چیئرمین! اس اندوہناک کھیل کو الگ کر کے دیکھنا کوئی عقل مندی کی بات نہیں ہوگی کیونکہ اس کے اثرات سارے پاکستان پر نہ صرف پڑ چکے ہیں بلکہ پڑ رہے ہیں اور پڑیں گے ۔ شاید اس کون و مکان time and space میں یہ کہنا مشکل ہے کہ کس طرح کے ہونگے ' ان کا نتیجہ کیا ہوگا ' یہ صرف وقت ہی بتا سکے گا ۔ اس وقت جو تصویر سامنے آتی ہے اس میں بڑے سائے ہیں ' بڑے گہرے سائے ہیں کہ حالات کس وقت بدلتے ہیں ۔ کیا نئی دریافت آتی ہے ۔ اس کا تقریباً فرض کرنا بھی اس وقت محال ہے ۔

جناب ' یہ حالات اس صورت میں خود بخود پیدا نہیں ہوئے بلکہ یہ صورتحال پیدا کی گئی ہے ۔ These are created situations. اور یہ کیسے ہوا ' تو جناب ۱۹۴۹ء کے بعد پاکستان کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آئی جنہوں نے جمہوری اداروں کو نظرانداز کیا ۔ ذاتی اور علاقائی تعصبات کی حامل تحریکوں پر عمل کیا جس کی وجہ سے سیاسی ترقی ،سیاسی استحکام ، سیاسی عمل ' اور سیاسی روایت کو دھچکا لگا اس کے اوپر سونے پر سوہاگہ یہ کہ کراچی کی سندھ سے علیحدگی سے لوگوں کو مزید تکلیف ہوئی ۔ ۱۹۴۷ میں ہندوؤں کا اخراج اور مہاجروں کی آمد کے ساتھ مختلف گروہوں اور طبقوں میں ثقافتی مسائل پیدا ہوئے جنہیں حکومت نے، سیاسی عناصر نے غلط طریقے سے استعمال کیا ۔ مہاجروں نے علیحدہ جگہ رہنے کی حکمت عملی بنائی جس نے ایک نئی ثقافت کو جنم دیا اور سندھی زبان کو نہ سمجھنے کی نا اہلی کی بنا پر یہ خلیج اور بھی گہری اور چوڑی ہوتی چلی گئی۔ سندھ کے غیر کاشت شدہ علاقے ' چند بیوروکریٹ اور فوجی افسران اور چند ان چہیتے لوگوں کو دیئے گئے جن میں اکثریت پٹھانوں اور پنجابیوں کی تھی حالانکہ یہ اس لئے کیا گیا تھا کہ غیر کاشت شدہ علاقوں میں کاشت ہو جائے اور مختلف قسم کے لوگ اکٹھے ہوں تو پاکستان میں یکجہتی سی پیدا ہو لیکن سندھیو ں میں اس تقسیم کا بڑا شدید رد عمل ہوا اور ' سمجھنے کی بات ہے ' کہ بھائی یہ experimentation کرنی ہے تو ہمارے ہاں کیوں کر رہے ہو ۔ جاؤ کہیں اور کرو ' تو اس کو

وقت کے دھارے کے ساتھ غلط طریقے سے استعمال کیا گیا' نفرت کے بیج بونے گئے اور وہ نفرت کا بیج آپ کے سامنے ایک بڑا تناور درخت اس وقت کھڑا ہے ۔ جس سے کوئی سایہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے نفرت کی آگ ٹپک رہی ہے ۔ اقتصادی ترقی میں صرف شہروں کو ترجیح دی گئی جس کی وجہ سے نقل مکانی اندرون سندھ سے شہروں کی طرف ہوئی ۔ جس سے زراعت کو نقصان پہنچا ۔ جب زراعت کو نقصان پہنچا ۔ تو کیا ہوا کہ اندرون پاکستان سے وہاں پر لمبی migration ہوئی اور وہاں دوسرے صوبوں سے کافی لوگ آئے ۔ اس پر غلط قسم کی اقتصادی پالیسیوں نے مقامی اور غیر مقامی لوگوں میں تلخیاں اور بڑھائیں ۔ صنعتیں لگائی گئیں ۔ لیکن وہاں کے لوگوں کو اس کے تناسب کے حساب سے نوکری نہیں دی گئی حالانکہ یہ بھی صحیح ہے کہ اس وقت سندھی مزدور نایاب تھے ۔ صنعتوں کی اور زمینو ں کی غلط بانٹ کی وجہ سے دوسرے صوبوں اور افغانستان سے بڑے پیمانے پر نقل و حرکت جو ہوئی اس سے آبادی میں بے پناہ اضافہ ہوا اس کے علاوہ جناب ہندوستان ' سری لنکا ' بنگلہ دیش' ایران اور عراق وغیرہ سے غیر قانونی طور پر کافی لوگ وہاں آئے اور اس سے دس سے پندرہ لاکھ کی آبادی میں اور زیادہ اضافہ ہوا ۔ جناب ان حالات نے اس خیال کو جنم دیا کہ مقامی اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کی کوشش کی جا رہی ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا ۔ تو ظاہر ہے کہ ان حالات کے تحت اور ایک بڑے پیمانے پر جو اتنی بڑی migration ہوئی اس سے سماجی 'سیاسی اور ماحولی قسم کے کافی مسائل پیدا ہونے اور انتظامیہ نہ تو ان کو قابو میں لا سکی اور نہ ہی اس کا کوئی صحیح حل تلاش کر سکی ۔ جس کے ساتھ ہی ساتھ جناب ڈرگ مافیا اور ہتھیاروں کے سوداگر جنہیں میں Merchants of death کہتا ہوں سمگروں 'ڈاکوؤں' لٹیروں اور ان کے سرپرستوں نے اپنا مسکن سارے سندھ میں پھیلا لیا۔ کچھ حکمران ' کچھ سیاستدان ' کچھ بیوروکریٹس اور دوسرے ایسے لوگوں نے اپنی ذاتی وجوہات کی بنا پر شہری اور دیہی لوگوں میں فاصلے زیادہ بڑھائے اور وقت کی رفتار سے یہ خلیج اور بھی چوڑی ہوتی چلی گئی ۔

جناب چیئرمین صاحب ! اگر آپ سندھ کے دیہی علاقوں میں جائیں تو وہاں غربت ہی غربت دکھائی دیتی ہے ۔ وہاں محرومیاں ہی محرومیاں ہیں ۔ کوٹہ سسٹم کے ذریعے اس پسماندگی کو دور کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اس کا فائدہ ایک خاص طبقے کو ملا ۔ نہ صرف شہری علاقوں میں اس سسٹم کے خلاف بڑا شدید رد عمل ہوا بلکہ موجودہ دیہی علاقوں اور شہری علاقوں میں رقابت کا باعث بنا ۔ جناب چیئرمین صاحب اس بات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صوبہ سندھ کے امن و امان کی

خرابی کا ذمہ دار تمام گزشتہ اور موجودہ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کا وہ بدعنوان ' نا اہل ' اور بوسیدہ انتظامی نظام ہے جو اسے چلا رہاہے ۔ اور سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے جناب کہ وفاقی حکومتیں اور ساری حکومتیں (یہ موجودہ اور پہلے والی) ہمارے کان میں یہ انڈیل رہی ہیں کہ یہ مسئلہ جو ہے law & order کا ہے۔ جناب یہ امرمسلمہ ہے کہ یہ law & order کا مسئلہ نہیں ہے اور اگر ہم ایسا نہیں سمجھتے تو ہم نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی سے نہ کوئی سبق سیکھا ہے اور نہ اس کی اصل وجوہات کا ابھی تک ہم نے کوئی نوٹس لیا ہے۔ جناب سندھ کا اصلی مسئلہ اور حل بھی وہ دونوں سیاسی طرح کے ہیں۔ اندرون سندھ اور کراچی میں گزشتہ کئی سالوں سے فوج کو جو کردار سونپا گیا تھا وہ بری طرح ناکام ہوا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ ٹائم کا بھی خیال رکھئے۔

جناب خلیل الرحمان۔ جناب ابھی تو " گرمی بزم ہے رقص شرر ہونے تک" مگر یہ ہوا چاہتا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ ماشاء اللہ۔

جناب خلیل الرحمان۔ شہری علاقوں میں قتل' اغوا' ڈکیتی وغیرہ سے یہ پتہ چلا کہ یہ جو بھی فوج نے action کیا completely fail ہوا۔ عام شہری کے خلاف زیادتیاں اور حکومتی کارندوں کے خلاف عوام کا اشتعال ایسے واقعات ہیں جن سے یہ ثابت ہوا کہ یہ چیز ٹھیک ثابت نہیں ہوئی۔ توجناب اصل مسئلہ جو ہے وہ سندھ کے عوام کا ہے۔ اور جب تک ارباب فکر و اقتدار سندھ کے باشندوں کو مطمئن نہیں کرسکتے جو ایک طویل عرصے سے انتقامی اور امتیازی سلوک کا شکار ہیں' یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ مسئلے کا حل کیا ہے؟ تو جناب سندھ کا بحران ہر کس و ناکس کو معلوم ہے we do not have two options neither we have the time یہ جو ہمارا political system اس وقت رائج ہے جناب اس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ بالکل ناکام سسٹم ہے۔ یہ پارٹیاں آئی ہیں ستر(۷۰)' اسی(۸۰) سیٹیں لے کر اور یہ سب یرغمال بنی ہوئی ہیں اقلیتوں کی۔ حکومت جیسی بھی ہو عوام سے بنتی ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ اس ملک میں چلتی ہے امریکہ کی blessing سے اور فوج کی backing سے۔ اور عوام بے چارے اقتدار کے دھندلکوں میں کہیں گم ہو جاتے ہیں۔ حکمران کی جو مرضی ہے وہ کرتا ہے اور پارلیمنٹ بے چاری کو ادھر

ادھر لگا دیتا ہے کہ بحث کرتے رہو فلاں مسئلے پر۔ لیکن کرتا وہ وہی ہے جو اس کا دل چاہتا ہے۔ کیونکہ there is no accountability تو جناب ! کیا یہ کوئی سسٹم ہے؟ یہ کیا کوئی طریقہ ہے؛ جناب ہمیں ایسا نظام چاہیئے کہ جہاں فیصلہ کرنے میں سب کی شمولیت ہو۔ ہماری اس وقت نہ قومی پالیسی ہے ' نہ کوئی قومی hook up ہے اور جب تک یہ نہیں اپنایا جائے گا جناب یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔

دوسری ضروری چیز جناب یہ ہے کہ قوم کے وسائل کا منصفانہ استعمال اور اس کی مساویانہ تقسیم کی جائے۔ انتہا پسندی کو ختم کیا جائے۔ علیحدگی پسندوں اور الگ ریاست مانگنے والے کے ساتھ مختلف سلوک کرنا ہو گا اور یہ Interior Minister کے لئے ہے۔ قانون کی حکمرانی کو نافذ کیا جائے اور اسے سپریم قرار دیا جائے۔ اس کی حکمرانی میں کوئی رعایت نہ برتی جائے۔ جناب چرچل سے کسی نے پوچھا تھا دوسری جنگ عظیم میں کہ بھئی یہ جنگ تم جیتو گے یا نہیں؛ تو اس نے کہا کہ تم میرے چیف جسٹس سے پوچھو اگروہ کہے کہ اس ملک میں انصاف ہے تو ہم جنگ جیتیں گے ورنہ نہیں جیتیں گے۔ لاقانونیت سے نپٹنے کے لئے سندھ پولیس کا جو نظام ہے' یہ فرسودہ ڈھانچہ جو ہے اس کو نئے سرے سے بنانا پڑے گا اور اس کو نئے خطوط اور بنیادوں پر overhaul کرنا پڑے گا۔ تھانوں کے انچارج مقامی لوگ ہوں اور بھرتی بھی انہی اصولوں پہ کی جائے۔ انتظامی مشینری کو نئے سرے سے ڈھالا جائے اور جو فقدان تھا مختلف اداروں میں رابطے کا اسے ٹھیک کیا جائے۔ مجرمانہ کارروائیوں میں ملوث اور مجرموں کو سیاسی پناہ دینے والے سیاستدان' اور وہ بہت سارے ہیں جناب جو کہ اپنی سیاست اور influence کے زور سے ان مجرموں کو بچاتے ہیں' ان کو کیفرکردار تک پہنچایا جائے۔ بے گناہ افراد کو جھوٹے مقدمات میں ملوث نہ کیا جائے اور ایسا کرنے والوں کو سزا دی جائے۔ غیرقانونی اسلحہ رکھنے والے کی بیخ کنی کی جائے۔ دہشت گردوں اور ان کے حمایتیوں کو سخت سزا دی جائے۔ تعلیمی اداروں' ہوسٹلوں میں سیاسی اور مجرمانہ کارروائیوں کا استعمال بالکل بند کیا جائے ۔ تمام غیرقانونی تارکین وطن کو ملک بدر کیا جائے۔ ڈرگ مافیا پوری طرح کچل دیا جائے اور جناب جو ان کے حمایتی ہیں' ان کو سب سے پہلے کچلا جائے۔ سندھ کے شہری علاقوں اور خاص طور پر کراچی میں شہری سہولیات سڑکیں' سیوریج سسٹم' پانی کی سپلائی' بجلی' گیس ہنگامی بنیادوں پر فراہم کی جائے اور سب سے ضروری بات جناب' کہ ایک bipartisan پالیسی بنائی جائے جس میں سب پارٹیوں کی منشا شامل ہو۔

آخر میں جناب چیئرمین صاحب ہم نے خونچکاں داستانیں دونوں طرف سے سنیں۔ لیکن حیرت کا مقام یہ ہے کہ کر کون رہے ہیں؟ ہم کر رہے ہیں' باہر سے تو کوئی نہیں کر رہا۔ ہم کس منہ سے کشمیر کی بات کرتے ہیں' ہم نے کیا بوسنیا میں واویلا مچا رکھا ہے۔ کس لیے؟ بھئی اپنا گھر تو ٹھیک کرو پہلے اور ہم وہ طریقہ اختیار کر رہے ہیں جو کوئی مہذب ملک' مہذب لوگ استعمال نہیں کریں گے۔ اور جناب کبھی آپ نے سوچا ہے کہ اگر یہ situation دوسرے صوبوں میں چلی گئی اور crime بتا رہے ہیں کہ یہ جا رہی ہے تو کیا حشر ہو گا کہ

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

اور ہم یہاں کہیں گے کہ

کراچی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب
ہم رہنے والے ہیں اسی اجڑے دیار کے۔

شکریہ جناب۔

جناب قائم مقام چیئرمین ۔ شکریہ جناب بہت بہت شکریہ ۔ میں اب گزارش کروں گا میاں رضا ربانی صاحب سے کہ وہ فلور لیں ۔ جناب؟

میاں رضا ربانی ۔ جناب چیئرمین صاحب میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع دیا کہ کراچی کی صورت حال پر سینٹ کے اندر اپنے خیالات کا اظہار کروں ۔ میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ آج سے پہلے بھی اسی ایوان میں کراچی کی صورت حال اور مجموعی طور پر سندھ میں امن و امان کی صورت حال پر بڑی تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوئی ہے اور یہ گفتگو ان تمام کی تمام پرانی Chairs کے فیصلوں کو ایک سائیڈ پر رکھتے ہوئے کی گئی جن میں کراچی اور اس ملک کے دوسرے علاقوں کے بارے میں امن و امان کی صورت حال پر گفتگو کے لئے Motions move کئے گئے لیکن اس وقت کی حکومت نے یہ مناسب سمجھا کہ اس کو صوبائی مسئلہ کہہ کر چیئر سے ویسی ruling دلوائی جائے ۔لیکن یہ پاکستان پیپلز پارٹی اور پیپلز پارٹی کی حکومت کی اوپن پالیسی کی کھلم کھلی مثالیں ہیں کہ بجائے اس کے کہ ان رولنگز کا shelter ہم لیتے ہم کھلے دل سے اس ایوان کے اندر کراچی کے مسئلے کے اوپر' سندھ کے امن و امان کے مسئلے کے اوپر بحث کے لئے تیار رہے کیونکہ پاکستان پیپلز پارٹی اور پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت ایک سیاسی سوچ رکھتی ہے اور

ہم تلخ تاریخ کے تجربات سے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اگر ملک کو آگے لے کر چلنا ہے اگر وفاق کو مستحکم کرنا ہے اگر اس ملک میں بسنے والے غریب اور غیور عوام کے مسائل کی بات کو اور ان کے حل کو کسی نہ کسی منطقی نتیجے تک پہنچانا ہے تو پھر اہم سیاسی issues کے اوپر ایک نیشنل consensus کو develop ہونا چاہئے ۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اپوزیشن جو ہے وہ اپوزیشن نہ کرے اپوزیشن کا کام نکتہ چینی کرنا ہے لیکن چند ایسے issues ہیں چند ایسے national issues ہیں جن کے اوپر consensus لازمی ہے اور کراچی کا مسئلہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک ایسا ہی مسئلہ ہے ۔ میں کراچی کے واقعات کے تاریخی پس منظر میں اس وقت زیادہ نہیں جاؤں گا ۔ چونکہ جیسے میں نے کہا کہ میں اس بات پر ریکارڈ پر ہوں اس فلور کے اوپر کہ کراچی کے حالات کس طرح بگڑے اس میں کن کا ہاتھ تھا اور کیا وہ مختلف فیکٹرز تھے جنہوں نے اس کو جنم دیا ۔

لیکن اپنی بات میں جو ابھی میں کر رہا ہوں اس میں ربط رکھنے کے لئے اتنا کہنا لازم ہے کہ کراچی کو اور سندھ کو بالخصوص ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ٹارگٹ بنایا گیا۔ تاکہ سندھ کی مجموعی قوت کو توڑا جائے اور divide and rule کی پالیسی کو وہاں پر آگے بڑھایا جائے اور یہاں پر مجھے اس بات کی اجازت دی جائے کہ میں یہ بات کہوں کہ جان بوجھ کر جب ایم ۔آر ۔ڈی کی movement چل رہی تھی اور سندھ کے عوام اور interior سندھ کے لوگ ایک سمت جا رہے تھے تو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت سندھ کے urban settlers کو اس movement سے isolate رکھا گیا اور اس بات کا ثبوت یہ ہے اور میں یہ بات نہایت ہی افسوس کے ساتھ اور with due respect بھی کہتا ہوں کہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اس وقت کے وزیر اور سینٹ کے آج کے لیڈر آف دی اپوزیشن سکھر شہر گئے اور وہاں پر کہا کہ میں آپ کو اس بات کی مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ نے اپنے آپ کو اس movement سے منسلک نہیں کیا تو جناب آج پھر crocodile کے آنسو اس جانب سے کیوں بہائے جا رہے ہیں آج کس منہ سے کراچی میں پارلیمنٹری اجلاس بلایا جاتا ہے اور نائب قائد حزب اختلاف کیا اپنا کردار 1964ء کا بھول چکے ہیں جو انہوں نے کراچی کے اندر ادا کیا ۔ یہ تمام کی تمام باتیں ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت کی جا رہی ہیں اور پھر آپ دیکھیں کہ جو اس اجلاس سے تجاویز آتی ہیں وہ بجائے اس کے کہ کراچی کے مسئلے کو ٹھنڈا کریں ،

بجائے اس کے کہ وہ کوئی افہام وتفہیم کی راہ نکالنے کی کوشش کریں وہ مزید آگ کو بھڑکانے کی طرف آگے چلتی ہیں اور وہ باتیں کیا ہوتیں ہیں۔

ایک تجویز جو وہاں سے آئی وہ ہے کہ rotation کے اوپر چیف منسٹر سندھ کا مقرر کیا جائے۔ تو جناب اگر یہ بات ہے تو پھر اس صورت میں آئین کا Article 132(a) کہاں جائے گا۔ جو یہ کہتا ہے۔ That person will be called upon to form the Government who commands the majority of the members of the of the Provincial Assembly. یہ جو بات کر رہے ہیں ۔ جناب یہ بڑی خطرناک بات ہے ۔ آج آپ صوبہ سندھ کے لئے یہ بات کر رہے ہیں تو میں قائد حزب اختلاف سے بات پوچھتا ہوں کہ یہ بات کہاں جا کر ختم ہو گی اگر کل کو چھوٹے صوبے یہ کہنے لگ جائیں کہ جناب دوسری جو posts ہیں ان کے اندر بھی by rotation بات چلے تو یہ داستان کہاں جا کر ختم ہو گی یہی بات اگر ہم یہاں صوبے کے لئے بھی کریں تو پھر کیا قائد حزب اختلاف اس بات کے لئے تیار ہوں گے کہ by rotation یہاں پر بھی چیف منسٹر لیا جائے۔ جناب ایسی باتیں نہ کریں جو مزید اس بات کو طول دیں ۔ بات taxation کی کی گئی ۔ taxation prerogative ہے ۔ utilization of taxes prerogative ہے صوبائی حکومت کا کہ وہ اپنا جو ٹیکس وصول کرتی ہے وہ کس صورت میں اس کو استعمال میں لائے ان کی حکومت تھی ۔ ان کی coalition Government تھی۔ جام صادق علی ہمارا Chief Minister نہیں تھا، مظفر حسین شاہ ہمارا Chief Minister نہیں تھا۔ اگر سندھ اور کراچی کا اتنا درد تھا تو اس وقت کیوں نہیں کیا کہ KMC motor vehicle tax وصول کرے ۔ یہ گھنٹی صرف اس لئے باندھی جا رہی ہے کہ پیپلز پارٹی کی حکومت ہے ۔ شیخ صاحب آپ کو یاد ہوگا، آپ نے اور میری بہن نسرین جلیل نے بات کی تھی کہ mandate کو تسلیم کریں۔ جناب سب سے پہلے الیکشن کے اندر ہم نے آپ کا mandate تسلیم کیا تھا۔ ہمیں آپ کے دوٹوں کی ضرورت نہیں تھی کہ ہم صوبائی اسمبلی میں سندھ کی حکومت بنائیں لیکن ہم نے یہ بات اس لئے تسلیم کی کہ ہم چاہتے ہیں کہ سندھ کے اندر امن و امان رہے ۔ ہم چاہتے ہیں کہ سندھ کے دو بھائی آپس میں مل کر بھائی چارے کی فضا میں زندگی بسر کریں ۔ ہم چاہتے ہیں کہ کراچی میں پرانی رونقیں واپس آ جائیں۔ ہم نے اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے دوستی کا ہاتھ آگے بڑھایا تھا لیکن اس دوستی کے ہاتھ کو کس نے ٹھکرایا اس دوستی کے ہاتھ کے پیچھے کون سے ہاتھ تھے، تاریخ

نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ وہ پاکستان مسلم لیگ تھی جس نے اقتدار میں آنے کے لیے نہیں چاہا کہ سندھ کے اندر امن اور بھائی چارہ رہے ۔ ہم تو ہمیشہ یہ کہتے رہے ہیں کہ ہم mandate تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں ۔ آئیں بیٹھ کر بات کریں ۔ سندھ کے مسئلے کا حل آپ اور ہم ہی نکال سکتے ہیں ، کراچی اور سندھ میں بسنے والے لوگ ہی کراچی اور سندھ کے مسئلے کا حل نکال سکتے ہیں ۔ نہ آپ ہمیں باہر پھینک سکتے ہیں ، نہ ہم آپ کو باہر پھینک سکتے ہیں ۔ لیکن خدا را تاریخ سے سبق حاصل کیجئے ۔ خدا را اپنے دوست اور دشمن کو پہچانیے ، دشمنوں کے ہاتھوں میں مت کھیلو ، سندھ کو بچانا ہے ، کراچی کو بچانا ہے تو مل بیٹھ کر بات کریں ، یہ آپ کے مفاد میں بھی ہے ، ہمارے مفاد میں بھی ہے ، صوبے کے مفاد میں بھی ہے اور وفاق کے مفاد میں بھی یہی ہے ۔ جناب کہنے کو تو بہت کچھ ہے ، دل دکھا ہوا ہے ، اس لئے نہیں دکھا ہوا کہ ہم سازشوں کا مقابلہ کرنا نہیں جانتے۔

ہماری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ہم نے ضیاء جیسے آمر کے ظلم کو برداشت کیا، ہم نے کوڑوں اور پھانسیوں کو گلے لگایا، لیکن دکھ اس بات کا ہے کہ بھائی ، بھائی کی بات کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ دکھ اس بات کا ہے بھائی کسی دوسرے کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے اور وہ اپنے ہی گھر کو تباہ کر رہا ہے ۔

جناب، میں ایک اور بات بالکل واضح الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں کہ ہم آپ کے ساتھ بیٹھ کر تمام باتوں پر بات چیت کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن دو ایسی باتیں ہیں جن کے اوپر بات چیت نہیں ہو سکتی ، پہلی بات یہ ہے کہ کراچی کا سندھ سے الگ کوئی status ہوگا، دوسری بات یہ ہے کہ دہشت گردی کی سیاست میں پاکستان پیپلز پارٹی believe نہیں کرتی اور مجھے پکا یقین ہے کہ آپ بھی اس میں believe نہیں کرتے ہم یہ بات آپ سے پھر کہہ رہے ہیں کہ آئیے بیٹھ کر کراچی کے مسئلے کا حل نکالیں ۔ اس مسئلے میں I just read of تین یا چار تجاویز ہیں جو کراچی کے سلسلے میں ہیں۔ کراچی کی particular situation کو مد نظر رکھتے ہوئے سب سے پہلے یہ کہ MQM کے دونوں دھڑوں کا جو آپس میں جھگڑا ہے اس کو کسی نہ کسی طریقے سے ختم کروایا جائے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے بعد surrender of arms چاہے وہ legal ہوں licensed ہوں یا unlicensed arms جو ہیں ان کو surrender ہونا چاہئیے۔ تیسری بات یہ ہے کہ immediate implementation جو already شروع ہے اس کو مزید تیزی کے ساتھ یعنی

Prime Minister کا جو کراچی package ہے اس کی implementation کی جائے کیونکہ دو
تین logical fall outs اس کے بنتے ہیں - اس سے revival of economic activity شروع ہو
گی- نئی jobs create ہوں گی- جو کراچی کے پرانے civic problems ہیں ان کے
solution کی طرف بات آگے بڑھے گی- تیسری بات یہ ہے کہ creation of CPLCs in each
district of the city جیسے کراچی شہر کیلئے ایک CPLC ہے اسی طرح leading citizens کے
اوپر جو ہے وہ ہر ڈسٹرکٹ میں CPLC وہ create کی جائے - چھٹا پوائنٹ یہ ہے کہ
confidence building measures جو ہیں وہ کئے جائیں اس سے مراد یہ ہے کہ جو Provincial
Government ہے یعنی جو business houses ہیں جو federation ہے کراچی چیمبر ہے اور
دوسری trade organizations ہیں ان سے مل کے confidence building measures جو ہیں
ان کے اوپر ان سے گفتگو کریں- آخر میں یہ کہ a massive crack down on criminal
oriented gangs and activities جناب آخر میں ایک بار پھر-

with all the sincerity at my command , I would once again request my brothers because I would like to make one thing clear that in Karachi's solution, there are just two major actors. One is the MQM , the other is the Pakistan Peoples Party. We have to come to terms and we will be judged by history, if we don't come to terms and unfortunately in the Parliamentarians meeting held in Karachi none of these two actors was present. So what solution came up only time and history can tell. Thank you.

Mr. Acting Chairman: Thank you very much. Next Ishtiaq Azhar.

سید اشتیاق اظہر- جناب چیئرمین! میں نے بڑی توجہ کے ساتھ جناب رضا ربانی کی تقریر
سنی جو مجھ سے پہلے اس موضوع پر اظہار گفتگو کر رہے تھے - میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک
سندھ میں چیف منسٹر اور گورنر کے تقرر کا معاملہ ہے یہ فیصلہ میں نے نہیں کیا تھا ان کی پارٹی کے
بانی ذوالفقار علی بھٹو نے کیا تھا کہ اگر سندھ کا چیف منسٹر سندھی سپیکنگ ہو گا تو گورنر اردو سپیکنگ
ہو گا - اور یہ صرف انھوں نے کہا نہیں تھا بلکہ اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا تھا- چنانچہ سندھ

کی پہلی گورنر بیگم رعنا لیاقت علی خان ہوئیں تھیں ۔ اور ان کے بعد جسٹس قدیر الدین ہوئے تھے اور اس کے بعد دلاور خان ہوئے تھے اور مجھے یاد ہے کہ میں اس وقت ایک اخبار میں کام کر رہا تھا جب دلاور خان گورنر بنائے گئے تو یہ کوشش کی گئی اخبارات کو کہا گیا کہ وہی موضوع اور صرف وہی مواد شائع کیا جائے جو حکومت بھیجے۔ کہیں کوئی یہ نہ لکھ دے کہ بھٹو صاحب کے والد دلاور خان جی کے دیوان تھے۔ بہر حال میں اس کا ذاتی طور پر گواہ ہوں۔ میں اس وقت "صداقت" اخبار کا ایڈیٹر تھا۔ بہر حال بھٹو صاحب نے اپنے دور حکومت میں پوری کوشش کی انہوں نے کہ یہ جو agreement ہوا ہے language agreement اس پر عمل کیا جائے ۔ اورمعین قریشی کے زمانے میں بھی اسی اصول کے تحت حکیم سعید کو گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ بھٹو صاحب کا جو agreement تھا، بھٹو صاحب کی صاحبزادی کے زمانے میں اس پر عملدرآمد نہیں ہو ۔ آج سندھ میں چیف منسٹر بھی سندھی سپیکنگ ہے اور گورنر بھی سندھی سپیکنگ ہے اور یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس پر میں سمجھتا ہوں کہ پارلیمنٹ کو غور کرنا چاہئے کہ وہ agreement جو بھٹو صاحب کے زمانے میں ہوا تھا جس پر ذولفقار علی بھٹو مرحوم نے عملدرآمد بھی کیا تھا آج اس پر ان کی صاحبزادی کے دور میں عملدرآمد کیوں نہیں ہو رہا؟

جہاں تک رضا ربانی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ ایم کیو ایم میں دو دھڑے ہیں اور وہ آپس میں دست و گریباں ہیں ۔ یہ موقف عبداللہ شاہ صاحب کا تو ہو سکتا ہے لیکن حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم نے جس وقت قومی اسمبلی کے انتخابات کا بائیکاٹ کیا تھا تو جن لوگوں کو باقاعدہ فوج اپنی بیساکھیوں کے سہارے لائی تھی ان کو اس انتخاب میں(اور یہ اس کا ایک بڑا positive پہلو ہے negative پہلو بھی ہے) کہ سو سو ، ڈیڑھ ڈیڑھ سو ووٹ ملے ۔ ظاہر ہے اس سے ثابت ہوا کہ ایم کیو ایم کے اندر دو دھڑے نہیں ہیں۔ ایم کیو ایم ایک واحد جماعت ہے جس کے قائد الطاف حسین صاحب ہیں اور پھر یہ کہ 6 اکتوبر کو ہم نے قومی اسمبلی کے انتخابات کا بائیکاٹ کیا اور اس کے بعد جو ۹ کو جو ہم نے انتخابات میں حصہ لیا ، صرف ڈیڑھ دن کے بعد تو ہمارے ۲۷ نمائندے منتخب ہو کر صوبائی اسمبلی میں پہنچے اور یہ بات ثابت ہو گئی، روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ ایم کیو ایم شہری سندھ کی نمائندہ جماعت ہے اور مجھے اس بات سے اتفاق ہے کہ سندھ میں دو ہی factors ہیں ایم کیو ایم اور پی پی پی ۔ دونوں کو ملکر ہی در اصل صوبے کے نظم و نسق کو چلانا ہے اور اسی میں صوبہ سندھ کے عوام کا فائدہ بھی ہے۔ لیکن یہ بات صرف کہنے

سے حاصل نہیں ہو سکتی ۔ آپ کو یاد ہو گا اور میں آپ کی اطلاع کے لئے آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ ایک 10 Point Agreement ہوا تھا جس میں پرویز علی شاہ بھی سینیئر منسٹر کی حیثیت سے شریک تھے اور اس میں طے ہوا تھا کہ ایک دوسرے کے خلاف کیچڑ نہیں اچھالا جائے گا۔ ایم کیو ایم کے ۹۰ کے ٹیلی فون بحال کئے جائیں گے اور معمولی مقدمات واپس لئے جائیں اور ایم کیو ایم کے سینیٹرز اور ایم پی ایز کے خلاف بھی مقدمات چونکہ جعلی نوعیت کے ہیں' ان کو بھی واپس لیا جائے گا ۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ یہ 10 Point Agreement سندھ گورنمنٹ کے handout کے طور پر شائع کیا گیا لیکن اس کے فوراً بعد ۹۰ کے ٹیلی فون کنکشن کاٹ دیئے گئے۔ اور ان دس پوائنٹس میں سے ایک پوائنٹ پر بھی عملدرآمد نہیں ہوا۔ جیسا کہ جناب رضا ربانی کہتے ہیں میں بھی مانتا ہوں اگر سندھ میں دو factors ہیں ایم کیو ایم اور پی پی پی تو ان کے درمیان ہونے والے سمجھوتے پر جس قوت نے بھی عملدرآمد نہیں کیا وہ نہ پی پی پی کی ہمدرد و حامی تھی نہ وہ ایم کیو ایم کی ہمدرد و حامی ہے اور یہ وہ سوال ہے کہ جس پر رضا ربانی کو اور اس کی پارٹی کے ارکان کو اور ان کی پارٹی کے قائد کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے ۔ آپ ہی بتائیے کہ جب یہ agreement ہو گیا تھا اور پیپلز پارٹی کے قائدین سے کہا گیا تھا کہ آپ اس پر عملدرآمد کریں اور fourth round کو شروع کر دیں تو اس سے محترمہ بینظیر بھٹو کے دورہ برطانیہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا ۔ لیکن ہمارے فاضل دوست سینیٹر جہانگیر بدر تشریف لے گئے تھے اور نواز شریف صاحب کے آدمی تھے۔ ان کے دورہ برطانیہ کے دوران جہاں جہاں بھی وہ تشریف لے گئیں ان کے خلاف منظم مظاہرے ہوئے۔ کہنے کو تو پی پی کے نمائندے بھی شامل تھے اور نواز شریف صاحب کے نمائندے بھی شامل تھے لیکن اطہر سہیل صاحب نے' جو ایک کالم نگار ہیں' جو محترمہ کے ساتھ official press delegation میں گئے تھے' انہوں نے یہ بات تسلیم کی ' اور یہ "جنگ" کراچی میں بھی چھپا ' "جنگ" پنڈی میں بھی چھپا کہ اصل مظاہرہ کرنے والے لوگ جو تھے وہ ایم کیو ایم کے تھے۔ اگر یہ مشورہ جو ان کو دیا گیا تھا محترمہ کے جانے سے پہلے کہ آپ 10 points agreement کو implement کروادیں' fourth round شروع کروادیں تو یہ صورتحال پیش نہیں آنے گی جو برطانیہ میں پیش آئی۔ تو کیا یہ مشورہ غلط تھا؟

آج بھی اخبار "Dawn" میں خاص طور پر ایک بیان شائع ہوا ہے۔ اس میں کم و بیش وہی باتیں کہی گئی ہیں جو جناب رضاء ربانی نے فرمائی ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ ہم کب اس سے

اختلاف کرتے ہیں؛ کیوں نہیں دونوں پارٹیاں آپس میں بیٹھ کر گفتگو کرتیں۔ یہ جو کراچی میں کانفرنس ہوئی تھی Parliamentarians کی ' ہم اس میں شریک نہیں تھے' پیپلز پارٹی بھی شریک نہیں تھی۔ لیکن وہ کون سے مانعات ہیں' اور اس میں میں فوج کے کردار کا بھی ذکر کروں گا کہ جن کی وجہ سے اور جن ایجنسیز کی وجہ سے اس احساس کے باوجود کہ ایم کیو ایم اور پی پی پی کے درمیان مذاکرات ہونے چاہئیں اور ایک اچھی working relationship قائم ہونی چاہئے ۔ آخر یہ بات کیوں رو بہ عمل نہیں لائی جا رہی ہے اور اس پر کیوں نہیں عمل در آمد ہو رہا ہے؟ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے جس پر میں سمجھتا ہوں کہ جناب رضا ربانی اور ان کے ساتھیوں کو غور کرنا چاہئے اس لئے کہ ہماری طرف سے تو کسی قسم کی بھی مانعات میں سے کوئی چیز شامل نہیں ہے۔ ہم فوج کے بعد پاکستان کی سب سے منظم پارٹی ہیں۔ ہم سب ایک ہیں' ہم سب اپنے قائد کے کہنے پر عمل کرتے ہیں۔ اگر پیپلز پارٹی والے چاہتے ہیں واقعی جیسا کہ میاں رضا ربانی کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ سندھ میں دو ہی factors ہیں اور دونوں کے درمیان مذاکرات کے ذریعے مصالحت ہونی چاہئے تو پھر اس کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ انہیں کوشش کرنی ہوگی۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم اس سلسلے میں پوری طرح سے تیار ہیں۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایم کیو ایم اس پر believe کرتی ہے۔ آپ کو شاید یاد ہوگا کہ جب Establishment Division کی میٹنگ کے سلسلے میں ہم لوگ ایک صاحب کی دعوت پر ایک عشائیہ میں گئے تھے' وہاں آپ کے ساتھ نثار کھوڑو بھی موجود تھے۔ میں نے وہاں ان سے بھی یہ کہا تھا کہ آخر کیا چیز ہے جو گفتگو میں رکاوٹ ہے۔ ایم کیو ایم کے نمائندے اور آپ کے نمائندے آپس میں بیٹھ کر کیوں گفتگو نہیں کرتے۔ ایم کیو ایم کے سندھ اسمبلی کے قائد حزب اختلاف جناب ڈاکٹر فاروق ستار ایک عرصہ تک ہسپتال میں بیمار رہنے کے بعد جو ہارٹ کے عارضے میں مبتلا ہوگئے تھے وہ جیل میں ہیں۔ ان سے مذاکرات کرنے میں کیا چیز مانع ہے ؟ اگر سندھ اسمبلی میں قائد حزب اختلاف اور قائد ایوان آپس میں مل کر کوئی سمجھوتہ کرتے ہیں تو اس کی نوعیت پائیدار ہوگی' everlasting ہوگی' دیر پا ہوگی۔ اس کے لئے ہماری طرف سے کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور میں جناب رضا ربانی سے گزارش کروں گا کہ وہ جائیں اپنی پارٹی کے لوگوں سے مشورہ کریں ۔ صرف اخبارات میں بیان دینے سے' انٹرویو دینے سے مسائل حل نہیں ہوتے ۔ مسائل حل کرنے کے لئے صحیح صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے صحیح کوشش ہونی چاہئے۔ ہم

اس کے لئے تیار ہیں' ہم پہلے بھی تیار تھے ' ہم آج بھی تیار ہیں۔ اور ہر وہ طاقت جو سندھ میں امن چاہتی ہے' سندھ کے امن کی بحالی میں حصہ لینا چاہتی ہے' ہم اس کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے ہر وقت ہمیشہ سے تیار ہیں۔ یہ بات آپ کے سوچنے کی ہے۔ آپ سوچیں آپ غور کریں' اور یہ جو کہا جا رہا ہے وقتی طور پر کہ فوج واپس چلی گئی ہے' اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ چند گھنٹوں کے نوٹس پر فوج واپس آسکتی ہے۔ اور فوج واپس آتی ہے تو کیا فوج کے ہونے سے معاملات حل ہوئے؛ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ایم کیو ایم کا گراف اس لئے بلند ہوا ہے' بڑھا ہے' کہ فوج نے وہاں دھاندلیاں کی تھیں' میں اس دن کو سوچ کر ڈر رہا ہوں کہ جب صورتحال نارمل ہوگی اور جو لوگ اس توقع پر بیٹھے ہیں کہ ان کے بچے روپوش ہیں اور چھپے ہوئے ہیں اور چلے گئے ہیں اور جب وہ گھروں کو واپس نہیں لوٹیں گے اس کے بعد کیا صورت حال پیدا ہوگی۔ اس کا صحیح وقت یہ ہے۔ آج اس کا ادراک اور احساس کر لیا جائے۔ اگر اس کا صحیح ادراک و احساس کر لیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو دو فیکٹرز ہیں سندھ میں ان کے درمیان بات چیت کرنے میں کسی قسم کی تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔ اور اگر تاخیر ہوئی ہے تو ان عوامل کا جائزہ لینا چاہئیے کہ جن کی وجہ سے چند پوائنٹ پر ایگریمنٹ ہونے کے بعد بھی اس پر عملدرآمد نہیں ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں صدر مملکت بھی خاص دلچسپی رکھتے ہیں اور جیسا کہ قاضی حسین احمد نے یہاں کہا تھا کہ ان کا رویہ اب وہ نہیں جو پہلے تھا وہ ہمارے چودہ ووٹوں سے منتخب ہوکر صدر مملکت بنے ہیں۔ ان کی ایک اخلاقی ذمہ داری بھی ہے اور ان مقدموں میں محترمہ کے شوہر بھی شریک تھے۔ انہوں نے بھی الطاف صاحب سے گفتگو کی تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ جب آپ بھی محسوس کرتے ہیں ہم بھی محسوس کرتے ہیں اور صحیح سمت محسوس کرتے ہیں تو آخر ہمارے اقبال حیدر صاحب کو جو ایم کیو ایم کے دروازے پر آتے تھے اور آ کر بات کرتے تھے۔ انہیں کیا تکلیف ہو رہی ہے کہ ہر معاملے میں جہاں ان کو موقع ملتا ہے جو فورم بھی ان کے سامنے آتا ہے ایم کیو ایم کو دہشت گرد قرار دیتے ہیں۔

ایم کیو ایم اگر دہشت گرد ہوتی تو وہ 1988 میں محترمہ کے ساتھ سمجھوتہ نہ کرتی۔ اور ایم کیو ایم آج بھی اگر دہشت گرد ہے ' تو وہ مذاکرات کے لئے تیار نہیں ' اور جناب رضا ربانی کے سامنے دست تعاون پیش کرنے کو تیار نہ ہوتی۔ ہم پرامن لوگ ہیں ہم جس عمر کے لوگ ہیں ہم پر صرف نوازشریف کے دور حکومت میں ایک دفعہ اغواء برائے تاوان کا مقدمہ بنا تھا۔ اس کے بعد یہ

15 مقدمے مجھ پر بنے' اور 16 مقدمے آفتاب شیخ پر بنے' اور 8 مقدمے محترمہ نسرین جلیل پر بنے وہ اس دور میں بنے۔ اور ظاہر ہے کہ سندھ میں جھوٹے مقدمات کی روایت ہے ۔ مجھے یاد ہے کہ پہلے بھٹو دور حکومت میں مجھ پر 8 مقدمے بنے تھے۔ اور جب یہ مقدمات واپس لئے گئے تو میں نے درخواست دی کے میرے جو پیپرز ہائی کورٹ میں پڑے ہوئے ہیں وہ واپس کئے جائیں واگزار کرائے جائیں۔ میں جب گیا تو اس وقت کمال الدین سندھ کے ہوم سیکرٹری تھے ۔ انہوں نے میری درخواست پر لکھ دیا میں سیکشن آفیسر کے پاس گیا تو انہوں نے میرے سامنے ایک نوٹیفکیشن رکھ دیا۔ جس میں کم و بیش دس ہزار مقدمات تھے۔ اس میں سے میں نے پانچ مقدمات پر نشان لگا دیئے اور مجھے وہ مطلوبہ لیٹر مل گیا۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سندھ میں جھوٹے مقدمات بنانے کی ایک عام روایت ہے اور روش ہے ۔ جو مقدمہ بنتا ہے اس کے بارے میں یہ تاثر قائم نہیں ہونا چاہئے کہ وہ سچا مقدمہ ہے۔ اسی لئے جب 10 point agreement ہوا تھا اس میں بھی یہ مسئلہ زیر غور آیا تھا۔ کہ ایم کیو ایم کے اسیر سینیٹر ز اور ایم کیو ایم کے اسیر MPAs کے خلاف مقدمات واپس لئے جائیں گے۔ میں جناب رضا ربانی سے درخواست کرتا ہوں پارٹی کے سیکرٹری جنرل بھی یہاں بیٹھے ہیں ان سے بھی کہتا ہوں کہ وہ کوشش کریں کہ یہ جھوٹے مقدمات واپس لئے جائیں اس کے بعد جو ماحول پیدا ہو خوشگوار ماحول ' اس کو بڑھانے کے لئے دونوں سندھ کے جو اہم عناصر ہیں دیہی اور شہری سندھ ان کو آپس میں مل کر سندھ کی ترقی کی بات کرنی چاہئیے۔ سندھ کی ترقی اسی وقت ممکن ہے کہ جب اربن سندھ اور ررول سندھ میں اتحاد ہو۔ اور دونوں سیکٹر مل کر سندھ کی ترقی کے لئے کوشش کریں، ہم اس کے لئے پہلے بھی تیار تھے آج بھی تیار ہیں اور آئندہ بھی تیار رہیں گے ۔ یہ بات سارے ایوان کے سوچنے کے لئے ہے خاص طور پر پیپلز پارٹی کے قائدین کے لئے کیونکہ وہ اقتدار میں ہیں وہ پہل کریں گے تو ہماری طرف سے بھی کبھی انشاءاللہ تعالیٰ دست تعاون پیش کرنے میں تاخیر نہیں ہو گی ۔ جناب چیئرمین بہت بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ جناب اشتیاق اظہر صاحب۔ اگلے مقرر ہیں جناب امداد علی اعوان صاحب۔

جناب امداد علی اعوان۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین' جناب چیئرمین میں سندھ خصوصاً" کراچی پر بات کرنے سے پہلے کچھ اس کا تاریخی پس منظر بیان کرنا چاہوں گا۔

جناب چیئرمین ' سندھ کی سرزمین صوفیاء کرام کی سرزمین ہے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی کی زمین ہے' قلندر لعل شہباز کی زمین ہے' سچل سرمست کی زمین ہے' جنہوں نے ساری عمر محبت اور امن کا پیغام دیا ہے ۔ آپ کو یاد ہوگا کہ پاکستان بننے سے پہلے یہی سندھ کی اسمبلی تھی جس نے پاکستان بننے کے حق میں ووٹ دیا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد جب ہمارے اردو بولنے والے بھائی ہندوستان سے سندھ کی سرزمین میں آ رہے تھے تو یہی سندھ کے لوگ تھے جنہوں نے محبت کے دروازے کھول کر ان کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا' اپنی جگہیں دیں' ان کو رہنے کے لئے اپنے گھر اور مکانات دیئے۔ اس محبت کانتیجہ آپ نے دیکھا کہ کیا نکلا ؟ جناب والا ' جب ۱۹۷۲ میں پہلی دفعہ پیپلز پارٹی کی حکومت بنی تو سندھ اسمبلی میں ایک بل لایا گیا کہ سندھ کے صوبہ میں سندھ کے عوام کی سرکاری زبان سندھی ہوگی ۔ اس محبت کا جواب انہوں نے اس طریقہ سے دیا کہ جس دن بل پیش ہوا ' اس کے دوسرے دن اردو کے اخبارات نے یہ head lines دیں کہ اردو کا جنازہ ہے جوبڑی دھوم سے نکلا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اس مسئلہ پر strike بھی کی گئی ۔ اب اگر سندھ کے majority میں لوگ اپنے صوبے میں سندھی کو رائج کرنا چاہتے تھے تو میں نہیں سمجھتا کہ کیوں ان لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تھا آپ کو یاد ہوگا کہ اس وقت بھی پاکستان کی قومی زبان اردو تھی تو اس صورت میں اگر سندھ میں سندھی زبان بولی جائے یا لکھی جائے تو اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔ انہوں نے پہلی نفرت کا اظہار اس موقع پر کیا تھا۔ یہ اس محبت کا اظہار تھا جو سندھ کےعوام نے پاکستان کے قیام کے بعد ان لوگوں سے کیا تھا ۔ یعنی ان کی محبت کا اظہار اس صورت میں دیا گیا کہ قتل و غارت کی گئی ۔

جناب چیئرمین !ہمارے قائد' شہید ذوالفقار علی بھٹو نے کراچی میں بیٹھ کر پھر ایک محبت کا اظہار کیا کہ بھائی ' کوئی ایسی بات نہیں ہے ۔ آپس میں مل بیٹھیں اورسوچیں۔ جناب والا۔ میں یہاں عرض کر دوں کہ پارلیمنٹ جو ہوتی ہے وہ numbers کی game ہوتی ہے ۔ یہ نہیں ہے کہ کوئی کہے کہ میرے ۲۷ ممبر ہیں ' اس لئے مجھے آدھا حق دیا جائے ۔ یہ پارلیمنٹ کی تاریخ میں کبھی بھی نہیں ہوا ہے لیکن پھر بھی ہم نے بھائی چارہ دکھانے کےلئے کہا کہ بھائی ٹھیک ہے اگر سندھ کا وزیر اعلی سندھی speaking ہے تو گورنر جو ہے ' وہ اردو بولنے والا ہوگا ۔ جناب والا ۔ ہم اس بات پر کاربند رہے۔اس کا نتیجہ کیاہوا ' میں عرض کرتا ہوں کہ اسی قائد کو جس کے دور حکومت میں ۱۹۷۲ سے ۱۹۷۷تک' قیام پاکستان کے بعد سے کراچی میں بہت زیادہ development

ہوئی تھی ' اس development کے نتیجہ میں کیا دیا ؟ ۔ اس کے بارے میں ساری دنیا جانتی ہے کہ اس کے جواب میں انہوں نے کس محبت کا اظہار کیا؟

جناب چیئرمین ! ۱۹۷۷ کے حالات کے بعد مارشل لاء کے دور میں آپ جانتے ہیں کہ کراچی شہر میں کس طریقے سے فوج کی بے عزتی کی گئی ؛ ان کی وردیوں کو اٹھا کر جلایا گیا اور ان پر تشدد کیا گیا اور جو آج تک بھی جاری ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اس وقت ختم ہو گیا ہے ۔

۱۹۸۸ میں جب پیپلز پارٹی کی حکومت آئی تو اس وقت بھی ہم نے پھر جذبہ پیار محبت نبھانے کے لئے کہا کہ آؤ ' آپس میں مل جل کر بیٹھیں اور حکومت چلائیں ۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ایک agreement کیا گیا کہ آپس میں مل کر حکومت کریں۔ ان کے ممبروں کی تعداد کے مطابق جو کہ ۲۴ یا ۲۵ تھی ' وزارتیں بھی دی گئیں اور power میں share کیا گیا لیکن ان کی نیک نیتی آپ دیکھیں کہ چند مہینوں کے بعد بغیر پوچھے اور بغیر بتائے' جب vote of no confidence ہوا تو یہ الگ ہوگئے اور اس کا پتہ اس وقت لگا جب انہوں نے اس بارے میں پریس کانفرنس کی ۔ انہوں نے بغیر بتائے ہوئے اور بغیر کسی جواز کے ایسے کیا ۔ ہماری محبت کا جواب انہوں نے ہمیشہ اسی طرح کی نفرت سے دیا ہے ۔

جناب والا ! اس کے بعد جب پیپلز پارٹی کی حکومت چلی گئی تو ۲۵-۲۷ ممبروں پر آدھا سندھ مانگ رہے تھے --- اور پھر انہوں نے آدھی وزارتیں اپنی مرضی کے مطابق لیں ۔ آج یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم پر جھوٹے مقدمے دائر کئے گئے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ ان تین سالوں میں آپ نے کس پر سچے مقدمے قائم کئے تھے ؛ یہ تمام مقدمے تمام عدالتوں سے جھوٹے ثابت ہوچکے ہیں ۔ کسی عدالت نے کسی بھی مقدمہ میں کسی کو کوئی سزا نہیں دی ہے ۔ جناب چیئرمین! جب تین سال ان کے پاس اتنی power تھی کہ کوئی آدمی آپ کی اجازت کے بغیر کہیں بھی نہیں جا سکتا تھا تو کیا آپ نے یہ کوئی انصاف کیا تھا' یہ آپ لوگوں کی ناانصافیاں تھیں۔ جن کی وجہ سے دوبارہ پیپلز پارٹی اقتدار میں آئی ۔

جناب چیئرمین! میرے دوست آفتاب شیخ صاحب نے کہا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایم کیو ایم شہری نمائندہ ہے اور پیپلز پارٹی نے کبھی بھی اردو بولنے والوں کو ٹکٹ نہیں دیا۔ تو میں ان کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں این ۔ڈی خان اس وقت نیشنل اسمبلی کے ممبر ہیں۔ جس کو اب بھی ٹکٹ ملی تھی ۸۸ء میں بھی ملا تھا ۹۰ء میں بھی ملا تھا۔ کاظمی صاحب ۸۸ء میں فیڈرل منسٹر تھے۔

وہ بھی ایک مہاجر تھے اور کراچی کے رہنے والے ہیں۔ کمال اظفر صاحب آج آپ کے سامنے بیٹھے ہیں وہ بھی کراچی کے رہنے والے ہیں اردو speaking ہیں۔ اقبال حیدر صاحب جو آپ کے سامنے لاءمنسٹر ہیں۔ وہ اردو بولنے والا ہے اور کراچی کا ہے۔ آفاق شاہد صاحب اور دوسرے کافی حضرات ہیں جو یہاں پر بھی ہیں اور صوبائی گورنمنٹ میں بھی ایڈوائزر کی حیثیت سے اور سپیشل اسسٹنٹ کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ جناب والا ہم نے تو ہمیشہ بھائیوں کو کہا ہے کہ ساتھ مل کر چلو۔ لیکن ان کی ہمیشہ ایک دھونس رہی ہے۔ صرف یہی بات کہ minority کو آپ majority پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ بابا دنیا کی کسی بھی پارلیمنٹ میں ایسا نہیں ہوتا۔ یا تو آپ اپوزیشن میں رہتے ہوئے آپ اپنا اپوزیشن کا کردار ادا کریں۔ لیکن کردار یہی ہے کہ اپوزیشن میں رہ کر دبانا کیونکہ کبھی انہوں نے مخالفت دیکھی ہی نہیں ہے۔ پوری عمر ۴۷ء سے لیکر آج تک ہمیشہ یہ اقتدار میں رہے ہیں کبھی اقتدار سے باہر یہ رہنا نہیں چاہتے۔ میرے بھائی ہم آج بھی کھلے دل سے آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ اگر آپ کو صرف اقتدار ہی کا نشہ ہے اور اقتدار ہی چاہیئے تو آرام سے مل بیٹھو تخریب کاری چھوڑ دو، قتل و غارت چھوڑ دو، جو دن رات آپ نے چلائی ہوئی ہے ۔ ہم آج بھی بیٹھ کر بات کرنے کو تیار ہیں۔

ہم سندھ کے لوگ محبت کے لوگ ہیں۔ آپ کے ساتھ بیٹھ کر بات کرنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن اگر آپ یہ ڈیمانڈ کریں گے کہ نہیں۔ ہمیں پورا صوبہ الگ کرکے دے دو۔ تو کوئی بھی انسان اپنا دل نکال کر کسی کو نہیں دے سکتا ہے۔ کراچی سندھیوں کے صوبہ سندھ کا دل ہے۔ جس کو ہم مرتے دم تک کبھی اپنے آپ سے الگ نہیں کریں گے۔ اگر کسی کو یہ خیال ہے کہ ہم یہ قتل و غارت کرکے کراچی کو الگ صوبہ بنا دیں گے۔ تو وہ بڑی خوش فہمی میں ہے اور احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔ جناب چیئرمین صاحب دوستوں نے یہاں باتیں کیں خاص کر آفتاب شیخ نے کہ آپریشن کلین اپ ہم پر ہوا ہے ۔ آپریشن کلین اپ جو شروع ہوا وہ جون ۹۲ء میں شروع ہوا تھا۔ جس وقت وہ اقتدار میں تھے۔ سندھ میں آدھی منسٹریاں ان کے پاس ہوتی تھیں۔ نہ صرف منسٹریاں بلکہ ان کا حکم چلتا تھا۔ جن لوگوں نے ان کے خلاف آپریشن شروع کیا۔ ان لوگوں نے دیکھا ان لوگوں نے وہاں سے ٹارچر سیل نکالے کہ کونسے ٹارچر سیل تھے کہاں کہاں پر کیا ٹارچر ہوتا تھا۔ یہ ساری دنیا کو پتہ ہے ۔ مجھے اس پر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک امن کا تعلق ہے بھائی چارے کا تعلق ہے۔ کراچی کے مسائل حل کرنے کا تعلق ہے۔ تو میں آپ کو ایک بات

جاؤں اس میں خلوص نیت سے بیٹھنے کی بات ہے۔ majority کو تسلیم کرنے کی بات ہے ۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ہم majority کو تسلیم نہیں کریں گے اور minority کی بات مانو تو یہ نہ کہیں ہوا ہے۔ نہ ہوگا۔ اگر آپ حصے کی بات کریں گے اور مل جل کر چلنے کی بات کریں گے تو آپ خود کہتے ہیں کہ آپ ۱۰۹ میں ۲۷ ممبرز ہیں تو آپ کو 1/4 حصہ جو ہے وہ آپ کو مل سکتا ہے۔ اگر آپ خلوص نیت سے بیٹھیں۔ ہم نے کبھی اس سے انکار نہیں کیا ہے کہ ہم آپ سے بیٹھ کر بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ لیکن یہ بات نہیں ہے کہ وہ حکومت میں بھی تھے اور آج پاکستان آرمی کو گالیاں بھی دے رہے ہیں۔انہوں نے ہم پر سب سے بڑا ظلم کیا۔ بابا آپ ہی کی حکومت تھی۔ ہماری نہیں تھی۔یہ کریڈٹ تو پاکستان پیپلز پارٹی کو جاتا ہے۔ کہ آج انہوں نے آرمی کو الوداع کرکے دکھایا ۔ یہ بھی کریڈٹ ہماری پارٹی اور ہماری حکومت کو جاتا ہے۔ تو میرے بھائی ہم آج بھی کھلے دل سے آپ کو دعوت دیتے ہیں ۔ آئیے آپ مل کر بیٹھیں۔ یہ شکر ہے کہ آج ہمارے اشتیاق اظہر صاحب نے یہ بات مانی کہ واقعی سندھ کے مسائل کا حل اور کراچی کا حل دو پارٹیوں کے پاس ہے۔ اگر دو پارٹیوں کے پاس ہے ۔ وہ بھی جانتے ہیں ہم بھی جانتے ہیں اور پوری دنیا جانتی ہے ۔ تو یہ جو دوسرے لوگ کراچی جاکر کانفرنس کرتے ہیں اور حالات کو اور بگاڑنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بات کے بعد ان لوگوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ کراچی میں جاکر کانفرنسیں کریں اور وہاں بلائیں ۔ کیونکہ دونوں پارٹیاں ان کو مانتی ہی نہیں ہیں ۔ دونوں پارٹیاں کہتی ہیں کہ ہمارے پاس حل ہے ۔

جناب میں اپوزیشن لیڈر صاحب کو کہوں گا جو روز روز بھاگ کر کراچی جاتا ہے اور جاکر حالت کو اور خراب کرتا ہے۔ جہاں کوٹہ سسٹم پر بات کرتا ہے جہاں چیف منسٹر کی rotation کی بات کرتا ہے۔ میرے بھائی، اگر آپ وہاں جاکر یہ بات کریں گے تو کل ہم بھی کہیں گے کہ پنجاب میں سرائیکی لوگوں کو آپ چیف منسٹر بنائیں ۔ آپ ان کو کیوں نہیں حق دیتے ہیں۔ اس بات کو آپ زیادہ نہ اچھالیں اور مسائل کے حل کی طرف آئیں ۔ تو میں آج بھی ان کو پارٹی کی طرف سے، دوستوں کی طرف سے یہ یقین دہانی کرواتا ہوں کہ ہم آج بھی مل بیٹھنے کے لئے تیار ہیں ۔ اور آپ خلوص نیت کے ساتھ آئیں، تخریب کاری چھوڑیں جو روز آپ نے دہشت گردی کررکھی ہے ۔ آپ نے دیکھا ہوگا راجہ ظفرالحق صاحب نے کہا کہ 1800 آدمی مرچکے ہیں ۔ اول تو اعداد و شمار ہی غلط ہیں ۔ لیکن

کس نے مارے ہیں ؟ آج جو دو دھڑے ہیں وہ انہی کے پیدا کردہ ہیں۔ آپ کے اور ہمارے نہیں ہیں۔ تو میری گزارش یہی ہے یہ بہت بڑا اہم مسئلہ ہے۔ جو ان کو سوچنا چاہیئے۔ سب دوستوں کو سوچنا چاہیئے اور اس کا حل یہی ہے کہ مل بیٹھ کر بات کرو۔ اور امن، پیار کی بات کرو۔ جمہوریت کی بات کرو۔ شکریہ !

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ۔ حافظ فضل محمد صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد۔ پوائنٹ آف آرڈر جناب۔ رولز کے تحت ایک ممبر اپنی سیٹ سے بول سکتا ہے۔ اسی کا تقاضا پھر یہ ہے کہ اسی پر ہی clapبھی کرسکتا ہے۔ لیکن لیڈر آف دی ہاؤس اپنی سیٹ پر نہیں ہیں۔ وہ اپوزیشن کی سیٹ پر ہیں اور جس سے وہ impressionدینا چاہتے ہیں کہ یہاں بھی حکومت کو تائید مل رہی ہے۔ جو رول کی خلاف ورزی ہے۔ اور میں چاہوں گا کہ اس کو ریکارڈ پر لایا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ نہیں وہ محبتیں لے کر آپ کے پاس آئے ہیں۔

پروفیسر خورشید احمد۔ نہیں، محبت کا جواب محبت سے دیا ہے لیکن تالی کا جواب آپ نے ہتھوڑے سے دیا۔

ملک محمد قاسم۔ جناب! میں نے کسی رول میں نہیں پڑھا ہے کہ صرف اپنی سیٹ پر بیٹھ کر ڈیسک بجایا جاسکتا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ نہیں وہ بولنے کا کہہ رہے ہیں۔

ملک محمد قاسم۔ اور جناب والا! میں ان میں سے نہیں ہوں جو ایک یا دو ہی پارٹیاں مل کر بات کریں۔ میں تو ایم کیو ایم اور جماعت اسلامی کے درمیان محبت لانے کی کوشش کررہا تھا۔

پروفیسر خورشید احمد۔ پہلے لڑایا تھا اب محبت لا رہے ہیں۔ ہمارے درمیان محبت ہے آپ فکر نہ کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین ۔ آپ دونوں ماشاء اللہ خلیق آدمی ہیں اور ذوق کے آدمی ہیں۔ جی جناب حافظ فضل محمد صاحب۔

حافظ فضل محمد ۔ جناب چیئرمین ! کراچی کی جو صورتحال ہے اس پر پہلے بھی ہم اپنی معروضات پیش کرچکے ہیں ۔ یہ وہ تسلسل ہے کہ جب 93 کے الیکشن کے دوران ہمارے پورے پاکستان میں ، ہمیں وہ شخص نہیں ملا کہ اس کی نگرانی میں 93 کا الیکشن منعقد کرایا جاسکتا ۔ معین قریشی صاحب کو جب ہم نے وہاں سے امپورٹ کیا بلکہ وہاں سے انہیں بھیجا گیا ہمارے سر پر جب مسلط کیا گیا تو ان کو باقاعدہ ایک مخصوص فارمولا دیا گیا تھا ۔ اس فارمولے کا ایک حصہ یہ بھی تھا حقائق پھر بھی حقائق ہیں ۔ ہمیں اللہ کو جواب دینا ہے ۔ ہمیں کسی کی خاطرداری نہیں کرنی ہے ۔ یہ ایک عجیب حقیقت ہے جہاں تک میرا علم ہے ' جہاں تک میری معلومات ہیں ' دنیا میں 72 پارلیمانی ممالک ہیں اور وہاں پارلیمانی نظام ہے ۔ کسی بھی ملک میں یہ مثال آپ نہیں دکھا سکیں گے کہ قومی اسمبلی کے الیکشن سے تو کسی جماعت نے بائیکاٹ کیا ہو اور صوبائی اسمبلی کے الیکشن میں انہوں نے حصہ لیا ہو۔ یہ میرے خیال میں میری معلومات میں ' میرے علم میں نہیں ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے ' یہ ہمارے علم میں ہے اور معقول بھی ہے کہ قومی اسمبلی کے الیکشن میں تو کوئی جماعت حصہ لیتی ہے۔ اور جب اپنی ہار کو دیکھتی ہے یا کوئی ایسی دھاندلی ' کوئی ایسا پرابلم ان کے سامنے آ جاتا ہے تو پھر وہ صوبائی اسمبلی کے الیکشن کا بائیکاٹ کرتی ہے۔ لیکن یہ مثال کہیں بھی نہیں ہے کہ قومی اسمبلی کے الیکشن سے تو بائیکاٹ کیا جائے اور صوبائی اسمبلی کے الیکشن میں حصہ لیا جائے۔ تو معین قریشی صاحب کے فارمولے کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ کسی بھی صورت میں ایم کیو ایم کو مرکزی نمائندگی نہ دی جائے۔ حقائق پھر بھی حقائق ہیں چاہے وہ مانیں یا نہ مانیں۔ ان سے بائیکاٹ کرایا گیا۔ وہ کون سی قوت تھی جس نے ایم کیو ایم کو اس پر مجبور کر دیا کہ تم نے ضرور بائیکاٹ کرنا ہے ورنہ ہم تمہیں شکست دیں گے اور ہرا دیں گے۔ یہ کون سی قوتیں تھیں ' وہ قوتیں بھی ہمیں معلوم ہیں لیکن صدہا مصلحتیں ہیں اور ان میں وہ جن کو مقدس ہستیاں سمجھا جاتا ہے ' اگر ان کے خلاف ایک لفظ بولا جاتا ہے تو فوراً اس پر غدار کا لیبل لگایا جاتا ہے۔ تو آپ ہی جانیں کہ یہ حقیقت ہے کہ وہاں آپ رزلٹ دکھاتے ہیں کہ قومی اسمبلی کے جو کراچی کے نمائندے ہیں یاں وہ پانچ ' چھ یا سات ہزار ووٹ کے نمائندے ہیں لیکن وہاں کی صوبائی اسمبلی کے جو نمائندے ہیں وہ اسی ' نوے ہزار یا ایک لاکھ کے نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ کمال کی بات ہے کہ قومی اسمبلی کی نشست دو تین صوبائی حلقوں پر مشتمل ہوا کرتی ہے اس کے باوجود ان کا رزلٹ جو ہے ' ان کو جو ووٹ ملے ہیں وہ چھ یا سات ہزار ووٹ ہیں لیکن وہاں کے

جو صوبائی اسمبلی کے ممبر ہیں وہ نوے' اسی ہزار یا ایک لاکھ سے بھی اوپر ووٹ لیتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے' یہ ایک کھلی حقیقت ہمارے سامنے ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ ان کے حق کی نمائندگی ان کو نہیں دی گئی ہے۔ اور یہ انسان کی فطرت ہے' یہ بنیادی بات ہے کہ انسان جب اپنے عمل کا کوئی ثمرہ نہ دیکھے تو وہ پھر اس عمل میں دلچسپی چھوڑ دیتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب کوئی انسان اپنے ہی گھر سے بے دخل کر دیا جاتا ہے تو وہ اپنے گھر کا بدتر سے بدتر دشمن بن جاتا ہے۔ اگر ایم کیو ایم کو وہاں سے نمائندگی نہیں دی گئی تو حقیقت ہے کہ وہ اپنے گھر پر کسی اور کو بھی برداشت نہیں کریں گے۔ اسی لئے یہ حالات پیدا کئے گئے ہیں۔ اور یہ دیدہ دانستہ ہیں۔ یہ امریکہ بدمعاش کا فارمولا ہے جو ہمارے سر پر مسلط کیا گیا ہے۔ اور یہ امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کا چوتھا نکتہ یہی ہے کہ دنیا میں کوئی بڑی ریاست نہ ہو' جتنی بڑی ریاستیں ہیں ان کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر کے ایسے مفلوج کر دیا جائے تا کہ وہ میری طرف متوجہ ہو جائے اور پھر میرے در سے بھیک مانگیں اور میری طرف ہاتھ بڑھائے' میں اس کو تحفظ فراہم کر دوں اور پوری دنیا میں بغیر شرکت غیرے میری ہی حکمرانی' بالادستی ہو' یہ ہی امریکہ کا فارمولا ہے کہ وہ کراچی میں یہی حالات پیدا کر رہے ہیں' ایسے حالات کی طرف لے جا رہے ہیں کہ وہاں کے حالات اس حد تک جائیں' اس حد تک ہو جائیں' اس حد تک نفرت وہاں بڑھ جائے کہ پھر اس کے سدھارنے کے تمام راستے مسدود کئے جائیں' تمام راستے بند ہو جائیں۔ ایسے حالات پیدا کرنے کے لئے امریکہ باقاعدہ تمام ایجنسیوں کو استعمال کر رہا ہے۔ اور امریکہ کا مقصد یہ ہے کہ کراچی کو اپنے لئے ایک مورچہ بنانا چاہتے ہیں جس کے ذریعے چین کو کنٹرول کرنے کی وہ کوشش کر رہا ہے۔ کیونکہ آج چین کسی حد تک پوری دنیا میں اقتصاد کے حوالے سے' معاشیات کے حوالے سے آگے جا رہا ہے' اس کو کنٹرول کرنے کے لئے پاکستان کو بنیاد پرستی کے حوالے سے بد نام کر رہا ہے۔ پاکستان کو کنٹرول کرنے کے بعد' وہاں ایران ان کا دشمن ہے' ایران کو کنٹرول کرنے کے لئے' مشرقِ وسطیٰ کو اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے اور یہ نو آزاد مسلم ریاستوں کو اپنے کاروبار کی منڈی بنانے کے لئے وہ یہاں آنا چاہتے ہیں یہاں اپنا مورچہ کھولنا چاہتے ہیں یہی امریکہ کا پلان ہے۔ لہذا میں اپنے دوستوں سے وہاں کے کراچی کے جو دوست ہیں ایم کیو ایم ہے ہمیں ان سے صد ہزار اختلافات ہیں' ہم لسانیت کے بنیادی طور پر مخالف ہیں' نہ اسلام نے اس کی اجازت دی ہے نہ ہمارے منشور نے اس کی اجازت دی ہے۔ ہم یقیناً اس سیاست کے خلاف ہیں لیکن یہ ایک حقیقت

ہے کہ یہ ان کا حق ہے ان کے حق کی نمائندگی ان کو دی جانے یہ بات میرے خیال میں تمام دنیا مانتی ہے کہ وہاں دو ہی جماعتیں ہیں اگر یہ حل کرنا چاہئیں ان مسائل کو حل ہی کرسکتے ہیں۔ اہل اقتدار، بادشاہ ملک، بادشاہ وقت کی مثال ایسے ہے جیسے باپ ہے۔ تمام رعایا کے لئے باپ کی حیثیت ان کی ہوتی ہے۔ تو ان لوگوں کو باپ جیسے انداز باپ جیسا رویہ اپنانا چاہیئے۔ اپنے رعایا کو اپنے ماتحتوں کو اپنے ملک کے تمام لوگوں کو بچانا چاہیئے اور محبت سے، شفقت سے، پیار سے، اس انداز سے ان کو سمجھانا چاہیئے۔ اپنے قریب لانا چاہیئے اس تند و تیز لہجے سے جب ہم یہاں بوتے ہیں تو یہاں پھر سینٹ کا ایوان بھی دو فریقوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ تو اس سے ہمیں اس سے زیادہ ناامیدی اور مایوسی کہاں ہے کہ یہ ایوان بالا (سینٹ) جو اس مسئلے کے حل کے لئے سر توڑ کوشش کر رہا ہے اس کے باوجود یہ دو حصوں میں تقسیم ہو جائے تو پھر اس حل کو ہم کہاں تلاش کریں۔ آپ وہ جگہ ہمیں بتائیں جہاں ہم جائیں اور اس مسئلے کا حل تلاش کریں۔ لہذا یہ انتہائی حقیقت ہے میں دونوں طرف سے سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس انداز کو نہ اپنائیں کہ ایک سندھیوں کی جو اصل وہاں کے باشندے اپنے آپ کو کہتے ہیں ان کی وکالت اس طرف سے شروع کر دی جائے دوسری طرف سے مہاجروں کی وکالت شروع کر دی جائے پھر دلائل پر دلائل، دلائل در دلائل، بحث در بحث یہ مسئلہ پھر کبھی بھی حل نہیں ہوگا۔ پھر اس کے نتائج یہی ہونگے جو ہم آج دیکھ رہے ہیں۔ ہم پہلے بھی کہا کرتے تھے کہ فوج کبھی بھی سیاسی معاملات کا حل نہیں ہوتی، فوج کبھی بھی اس قسم کے معاملات کو سدھار نہیں سکتی ہے آپ نے دیکھ لیا جناب کہ جب فوج بمقابلہ عوام اترتی ہے تو فوج ہمیشہ شکست کھا جاتی ہے فوج کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کی مثال ویتنام، بنگلہ دیش، افغانستان اس کی مثال ہے، ایران اس کی مثال ہے کہ جب بھی فوج بمقابلہ عوام اتر جاتی ہے تو وہ فوج کامیاب نہیں ہوسکتی ہے ہم یہی درخواست کرتے ہیں کہ آپ نے ایک اچھا قدم اٹھایا ہے کہ فوج کو وہاں سے بلایا ہے۔ دوبارہ یہ غلطی نہ کریں کہ آپ پھر وہاں فوج بھیج دیں کیونکہ فوج جب عوام کے مقابلے میں اترتی ہے فوج کامیاب نہیں ہو سکتی ہے۔ فوج ہے ہی اس لئے کہ فوج بمقابلہ فوج ہو، فوج اس لئے نہیں کہ فوج بمقابلہ عوام ہو، لہذا یہ انہوں نے ایک اچھا قدم اٹھایا ہے۔ یقیناً ہم ان کو شاباش بھی دیتے ہیں۔ آفرین بھی دیتے ہیں۔

جناب اصل فریقین جانتے بھی ہیں کہتے بھی ہیں کہ ہم فریقین ہیں، فریقین کو اگر بٹھایا جائے بلکہ وہ خود بیٹھ جائیں وہ چھوٹے نہیں ہیں۔ وہ سنجیدہ ہیں بڑے لیڈر ہیں اور دنیا کو انہوں نے

دیکھا بھی ہے تو لہذا فریقین بیٹھ جائیں اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے وہ کوشش کریں۔ پھر دوسروں کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ اگر وہ آپس میں لڑتے ہیں تو ہم ضرور جائیں گے کراچی میں، ضرور ان کی آپس میں صلح کروانے کے لئے اگر کوئی دوسرا جانے تو پھر یہ دھمکی نہ دے کہ کراچی آپ نہ جائیں۔ کراچی ابھی تک پاکستان کا حصہ ہے۔ پاکستان کا ہر شہری جہاں بھی چاہے وہاں جا سکتا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ جناب حافظ صاحب۔

حافظ فضل محمد۔ دو منٹ۔ جناب جمہوریت کا بھی یہی تقاضا ہے جیسے میں نے عرض کیا کہ جب وہاں قومی اسمبلی میں جو بیٹھے ہوئے ہیں وہ پانچ ہزار کے نمائندے ہیں جو ایک لاکھ کے نمائندے ہیں وہ گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں لہذا یہ مسئلے کا حل نہیں ہے اصل مسئلے کا حل یہی، چلو یہ تو گزر گیا جیسے بھی ہوا وہ تو گزر گیا لیکن اب مسائل کے اصل سنجیدہ حل کو تلاش کیا جائے ان کو بٹھایا جائے اور یہ مقدمات جیسے بھی ہیں، وہ اگر یہ فرماتے ہیں کہ فلاں دہشت گرد ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ عجیب دہشت گرد ہے۔ کل جب آپ کو ووٹ کی ضرورت تھی تو ان کے گھروں پر جاتے تھے، انہی سے مذاکرات کیا کرتے تھے ان سے مسائل کو حل کروانا چاہتے تھے۔ لیکن جب آج آپ کی ضرورت پوری ہوگئی پھر آج وہ دہشت گرد ہیں۔ میرے خیال میں اس طرح نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر دہشت گرد ہیں تو کل بھی تھے آج بھی ہیں، پرسوں بھی ہونگے۔ لیکن اگر آپ کو ضرورت پڑتی ہے تو پھر لیکن اگر آپ کو ضرورت پڑتی ہے تو پھر وہ دہشت گرد نہیں ہوتے ہیں، لیکن اگر آپ کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو پھر آپ سب کو نظر انداز کر دیتے ہیں، کوئی بنیاد پرست ہوتا ہے، کوئی تنگ نظر ہوتا ہے، کوئی رجعت پسند ہوتا ہے، جب یہی رجعت پسند ہوتے ہیں، یہی بنیاد پرست ہوتے ہیں، یہی قدامت پسند ہوتے ہیں، جب آپ کی ضرورت ہوتی ہے تو ان کے دروازوں پر جاتے ہیں، ان سے درخواستیں کرتے ہیں، منت سماجت کرتے ہیں، ان سے ووٹ مانگتے ہیں، اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں، جب آپ اپنی ضرورت کو پوری کر لیتے ہیں تو پھر پتہ نہیں وہ کون کون سے القاب کے مستحق ہوتے ہیں، پھر آپ کون کون سے القاب سے ان کو نوازتے ہیں۔ یہ طریقہ حکومت کے لئے بھی اچھا شگون نہیں ہے۔

میں تو بس بات کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر ہم خلوص دل سے، سب سے

بنیادی چیز خلوص ہے ۔ بالکل اخلاص سے اس ملک کو بچانے کے لئے ۔ ان فریقین کو مجبور کر دیں ' پارلیمنٹ کی طرف سے ایک ایسی کمیٹی ہو کہ ان فریقین کو اس بات پر مجبور کر دے کہ آپ اس مسئلے کا حل نکالیں یا دونوں اس سے الگ ہو جائیں' یعنی دوسری سیاسی جماعتیں آ جائیں ' اس مسئلے کے حل کے لئے پہلے بھی میں نے تجاویز دی ہیں ' تجاویز کے بارے میں میری وہی رائے ہے ' الله جله جلا له ہمارے ملک کو ' ہماری ملت کو ' ہمارے دین کو ' ہر قسم کے سازشی ' یہود ' ہنود اور امریکہ ' یورپ جو چاہتے ہیں اور یہ سب کچھ کراتے ہیں ۔ ان کی ایجنسیاں ہمارے اندر ہیں ۔ اس بات پر تعجب ہے کہ اتنی ایجنسیاں ' جن پر اربوں ڈالر سالانہ خرچ ہوتے ہیں ۔ یہ کیا کرتی ہیں' کہاں جاتے ہیں ۔ ان کی ذمہ داری کیا ہے' ان کے فرائض کیا ہیں ' وہ کیوں کسی ڈاکو کو نہیں پکڑ سکتی ہیں' کسی ڈاکو کی نشاندہی نہیں کر سکتی ہے ' اتنی فوج ہے ' اتنی پولیس ہے ' اتنے ادارے ہیں ' حکومت ہے ' سب کچھ ہے لیکن روز ورز ' درجنوں افراد قتل کئے جاتے ہیں لیکن کسی کا ایک قاتل بھی گرفتار نہیں کیا جاتا ' پتہ نہیں یہ ایجنسیاں کیا کرتی ہیں' یہ تنخواہ کس بنیاد پر ان کو دی جاتی ہے ' میرے خیال میں ان کو پتہ بھی ہے لیکن اگر وہ خود نہ چاہیں تو پھر بہانے ہزار ہیں ' یقیناً ہیں ' آپ نے یہ نہیں دیکھا اس دن فرقہ واریت کے حوالے سے ' گورنر صاحب کا بیان ایک فریق کے حق میں آیا لیکن وزیر اعلیٰ صاحب کا دوسرے فریق کے حق میں' یہ تو خود مروانا چاہتے ہیں' لہذا میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ خود سوچیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ جناب ۔ میری ہاؤس سے گزارش ہے ---جی جناب مخدوم صاحب۔

مخدوم خلیق الزمان ۔جناب میری گزارش یہ تھی کہ یہ جو لسٹ میں نے دیکھی ہے ' اس میں تو میرے خیال میں ابھی ڈھائی ' تین گھنٹے میں بھی پورا نہیں ہوگا ' ساڑھے آٹھ بج چکے ہیں ' میرے خیال میں روایت یہ رہی ہے کہ ساڑھے آٹھ نو بجے تک اجلاس عام طور پر adjourn ہو جاتا ہے اور پھر یہ ہے کہ اگر ہم موضوع پر تین گھنٹے کے بعد بات بھی کریں تو اس ہاؤس میں پتہ نہیں کون موجود ہو گا یا نہیں ہوگا ۔ اور پھر ہم جن کے لئے بات کرنا چاہتے ہیں ' پیپلز پارٹی کی طرف سے دیکھیں ' سوائے تین ہمارے سینیٹرز کے' باقی کوئی نہیں ' نہ لاءمنسٹر ہے اور نہ کوئی ذمہ دار آدمی ہے جو ہماری بات نوٹ کرے۔ادھر ایم ۔ کیو ۔ ایم کے طرف سے صرف -----

جناب قائم مقام چیئرمین ۔ میں مخدوم خلیق الزمان صاحب یہ عرض کرنے لگا تھا کہ اگر ہاؤس کی اجازت ہو تو ہاؤس کو کل کے لئے adjourn کر دیا جائے اگر اجازت ہو تو؟

So, the House is adjourned to meet again tomorrow at 10 O'clock Thank you

---

[The House was adjourned to meet again at ten of the clock in the morning on Tuesday, December 6, 1994]

PCPPI—794(96) Senate—9-5-96—180.